"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

المصلح الموعودؓ

ماہنامہ خالد ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ ۱۹۷۸ء سے خطاب فرما رہے ہیں
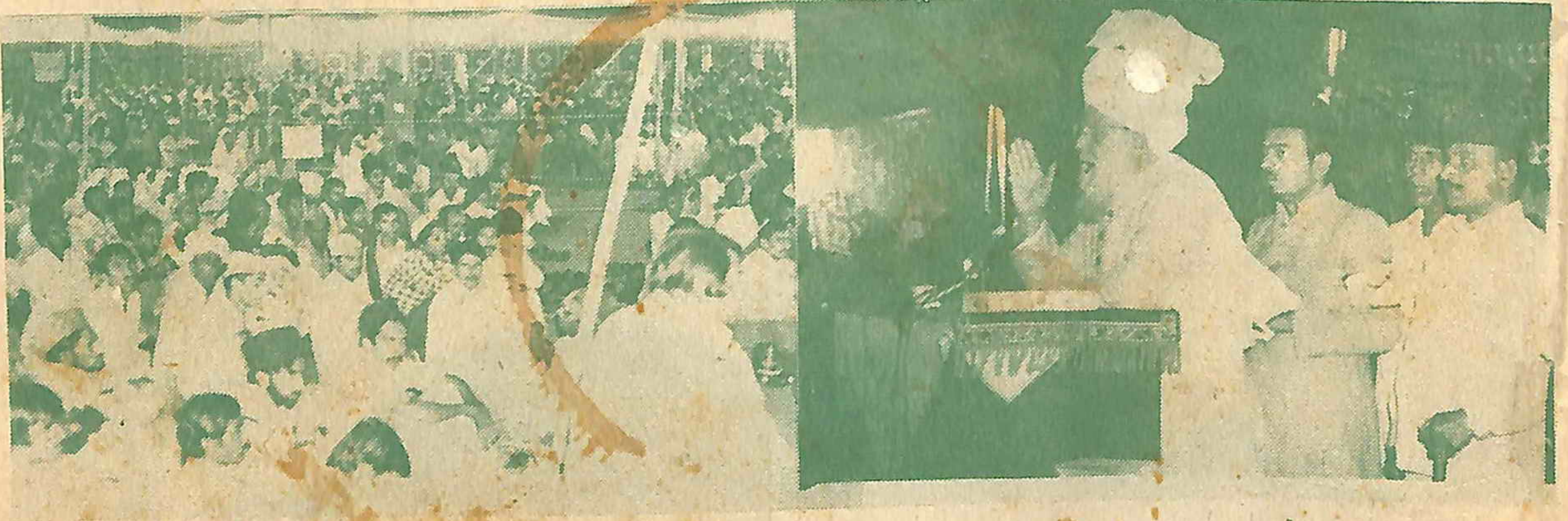
"ہر احمدی میں روحِ بلالی پیدا ہونی چاہیئے۔ اگر دنیا کی ساری طاقتیں ہمارے حقوق کو غصب کر کے اور انسانی اقدار کو پسِ پشت ڈال کر اپنے غضب کی تپتی ہوئی ریت پر ہمیں لٹا کر اور تعصّب کے سارے پہاڑ ہمارے سینوں پر رکھدیں اور کہیں کہ خدائے واحد و یگانہ کا انکار کرو اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کفر کرو تو ہماری روح کی آواز یہی ہوگی۔ اَحد۔ اَحد۔ اللہ اکبر۔ خاتم الانبیاء زندہ باد"

(اختتامی خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

نبوّت - فتح ۱۳۵۷ ہش

نومبر - دسمبر ۱۹۷۸ء

ایڈیٹر
حافظ مظفر احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فاستبقوا الخیرات

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں" (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" (المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

خالد

ربوہ

جلد ۲۶ ــــ شمارہ ۱، ۲
نبوت - فتح ۱۳۵۷ ہش

نومبر - دسمبر ۱۹۷۸ء

ایڈیٹر

حافظ مظفر احمد

نائبین

محمد الیاس منیر ٭ سید حسین احمد

ہدایت اللہ ناصر

٭ پبلشر: محمد شفیق قیصر ٭ پرنٹر: سید عبد الحی
٭ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقام اشاعت
دفتر ماہنامہ خالد - دار الصدر جنوبی - ربوہ

الفہرس

قیمت سالانہ پندرہ روپے ٭ قیمت پرچہ تین روپے

اداریہ

ہمارا سالانہ اجتماع

جماعت احمدیہ کے اجتماع دینی و ملی اغراض اور تعلیمی و تربیتی مقاصد کے پیش نظر منعقد کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نیک باتوں کی بار بار یاد دہانی کراتے رہنے کی توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ مومنوں کے لئے یہ نہایت ہی مفید طریق ہے کیونکہ انسان بتقاضۂ بشری نسیان اور تساہل کا شکار ہو کر اپنے فرائض میں کوتاہی اور غفلت برتنے لگتا ہے۔ اور اس قسم کے دینی اجتماعات اسے اس کے فرائض کی یاد دہانی کرانے کے لئے نہایت مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان بابرکت اجتماعات میں شریک ہونے والے نیا عزم، جوش و ولولہ اور ایک جذبۂ عمل لیکر واپس لوٹتے ہیں۔

ان دینی اجتماعات کی ایک اور حکمت اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ دینی تعلیم و تربیت کے لئے چونکہ سارے کے سارے مومن تو ایک جگہ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ان کے نمائندے مختلف گروہوں اور چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی صورت میں ایک جگہ جمع ہو کر علم دین اور تربیت حاصل کریں صحبتِ صالحین سے فیضیاب ہوں۔ پاک اور بابرکت فضا میں رہ کر اپنے ایمانوں کو تازہ کریں۔ اور پھر ان اجتماعات میں جو کچھ سیکھیں اور حاصل کریں واپس جا کر اپنے عزیزوں اور ساتھیوں کو بھی سکھائیں۔ اور انہیں دین کی ان باتوں پر عمل کرنے کی تلقین کریں۔

حال ہی میں خدام الاحمدیہ کا سالانہ مرکزی اجتماع اپنی سابقہ روایات اور پوری شان کے ساتھ ربوہ میں منعقد ہوا۔ خدام نے تین دن کھلی فضا میں اپنے خود ساختہ خیموں میں بسر کئے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے پُر معارف اور بصیرت افروز خطاب سُنے۔ بزرگان، علماء اور مبلغین کرام کی تقاریر سُنیں۔ علمی و ورزشی مقابلوں میں حصہ لیا۔ الغرض یہ اجتماع نہایت کامیاب اور بابرکت ثابت ہوا۔

حاضری کے لحاظ سے بھی اس اجتماع نے گزشتہ سارے ریکارڈ توڑ دیئے۔ اس اجتماع میں ۲۹۹ مجالس کے ۵۵۲۰ خدام کی نمائندگی ہوئی۔ زیادہ سے زیادہ نمائندگی کا گزشتہ ریکارڈ ۱۹۷۳ء میں ۲۴۵ مجالس کے ۳۴۳۸ خدام کا تھا۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

اس مبارک موقع پر اجتماع کی جملہ کارروائی پر مشتمل اجتماع نمبر شائع کرنے کا ارادہ تھا لیکن رسالہ کی مزید تاخیر کے اندیشہ سے ایسا نہیں کیا جا سکا۔ تاہم ادارہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی و اختتامی تقاریر، صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی تقریر نیز اجتماع کی مختصر روداد اس بالتصویر اجتماع نمبر میں پیش کرنے کی سعادت

حاصل کر رہا ہے کچھ اور مفید علمی اور قیمتی مضامین بھی اس رسالہ کی زینت ہیں۔

جماعت احمدیہ کا عظیم الشان جلسہ سالانہ

ہمارا ایک بہت بڑا اور اہم دینی اجتماع سالانہ جلسہ ہے۔ جو اپنی شاندار روایات کے ساتھ پون صدی سے زائد عرصہ سے جماعت احمدیہ کے مرکز میں منعقد ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اس جلسہ کی بعض نمایاں خصوصیات ہیں جو جو اس کی غیر معمولی عظمت اور منفرد شان کی آئینہ دار ہیں۔

یہ جلسہ دنیاوی میلوں یا عام انسانی جلسوں کی طرح کوئی معمولی جلسہ نہیں بلکہ خالصتہً للّٰہی جلسہ ہے۔ خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر اس کی بنیاد ہے اور محض دینی اغراض کے لئے منعقد کیا جاتا ہے۔

اس جلسہ میں شامل ہونیوالے احمدیوں کے ذوق و شوق کا یہ حال ہے کہ ہر سال ان کی تعداد میں گرانقدر اضافہ ہوتا ہے گزشتہ سال ڈیڑھ لاکھ کے قریب احمدی اس جلسہ میں شریک ہوئے۔ غیر احمدی احباب بھی اس جلسہ میں تشریف لاتے ہیں اور انہیں مسکراتے چہروں کے ساتھ خوش آمدید کہا جاتا ہے اور طعام و قیام کا مناسب انتظام کیا جاتا ہے۔

ہمارے جلسہ کی ایک منفرد خصوصیت اس کا پُرامن ماحول ہے جلسہ کی ساری تاریخ میں ہزاروں کے اجتماع کے باوجود کبھی کسی لڑائی جھگڑا یا دنگا فساد کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ باہمی اخوت و محبت اور اتفاق و اتحاد کی یہ زندہ مثال ہے جس کی نظیر اس زمانہ میں تلاش کرنا مشکل ہے۔ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

جلسہ کے دنوں میں ربوہ کی سڑکوں پر ایک ہجوم بیکراں ہوتا ہے لیکن نظم و ضبط کا یہ عالم ہے کہ سڑک کے ایک طرف مرد اور دوسری طرف خواتین بڑے سکون سے چل رہے ہیں اور درمیان سے ٹریفک کے لئے خالی راستہ ہے نظم و نسق کا یہ مظاہرہ گزشتہ سال جب ڈیلی گراف لندن کے نمائندہ نے دیکھا تو بے اختیار کہہ اٹھا۔ "It was not only discipline but devotion" نظم و نسق سے بڑھکر اس نمونہ میں ایثار کی روح اور قربانی کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔

اس جلسہ میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد افراد شامل ہوتے ہیں لیکن ان کو اس چھوٹی سی بستی ربوہ میں اس طرح سمو لیا جاتا ہے جیسے وہ ایک ہی گھر کے افراد ہوں۔ اہل ربوہ فراخ سینوں، کشادہ دلوں اور مسکراتے چہروں کے ساتھ مہمانانِ مسیح موعودؑ کا استقبال کرتے ہیں اور انہیں تنگی محسوس نہیں ہونے دیتے۔

اس جلسہ میں صرف پاکستان کے کونہ کونہ سے ہی نہیں بلکہ تمام دنیا سے احمدی مسلمانوں کے نمائندہ وفود شرکت کرتے ہیں جو خاص ان ممالک کے باشندے ہوتے ہیں چنانچہ گزشتہ دو سالوں سے ۱۴ بیرونی ممالک کے قریباً ایک سو احمدی غیر ملکی باشندے اس جلسہ میں شرکت کر رہے ہیں۔ جن میں امریکہ، انڈونیشیا کے علاوہ انگلستان، جرمنی، ڈنمارک،

سویڈن اور افریقن ممالک شامل ہیں مجموعی لحاظ سے ۳۱ ممالک کے احمدیوں نے گزشتہ سال جلسہ میں شرکت کی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

٭ اس جلسہ میں تشریف لانیوالے ہزاروں مسلمانوں کے قیام وطعام وغیرہ کے جملہ انتظامات نہایت وسیع پیمانہ پر۔ بڑے منظم طریق سے رضاکارانہ بنیاد پر کئے جاتے ہیں۔ دسمبر کی شدید سردی میں سینکڑوں احمدی نوجوان، خواتین اور بچے نہایت مستعدی اور خندہ پیشانی کے ساتھ اپنے آرام کا خیال کئے بغیر مسیح موعود کے مہمانوں کی خدمت پر کمربستہ ہوتے ہیں اور ہزاروں افراد کو ایک عمدہ انتظام کے تحت چند گھنٹوں میں کھانا کھلا دیا جاتا ہے۔

٭ جلسہ سالانہ کی ساری شان حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہٖ کی تقاریر سے ہوتی ہے جماعت کے علماء اور بزرگان بھی دینی وعلمی مواضیع پر تقاریر کرتے ہیں اسی طرح بیرونی ممالک سے آنیوالے وفود کے نمائندے بھی مختصر وقت کیلئے جلسہ میں تقاریر کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک شبینہ اجلاس میں بیرونی ممالک سے آنیوالے مہمان اپنی اپنی زبانوں میں بھی تقاریر کرتے ہیں۔

٭ جلسہ کے ایام میں خاص طور پر ربوہ کی فضا پاکیزہ اور ماحول خالص روحانی ہوتا ہے۔ سینکڑوں لوگ باجماعت نماز تہجد ادا کرتے ہیں۔ ہزاروں باجماعت نمازیں پڑھتے اور دعائیں کرتے ہیں ذکر الٰہی میں وقت گزارتے ہیں اور ربوہ کی فضا اللہ اکبر، خاتم الانبیاء زندہ باد اور اسلام زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے معمور رہتی ہے۔

کتنے خوش قسمت اور مبارک ہیں وہ لوگ جو اس جلسہ میں شامل ہو کر اس کی برکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کی ان دعاؤں کے وارث بنتے ہیں جو آپ نے جلسہ میں شامل ہونیوالوں کے لئے کی ہیں کہ

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کیلئے سفر اختیار کریں خدا تعالےٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے۔ اور ان کو مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے۔ اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کو مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر انکے بعد انکا خلیفہ ہو" (اللّٰھم آمین)

ماہنامہ خالد و ماہنامہ تشحیذ الاذہان کی قیمت میں معمولی اضافہ

خریداران و ایجنٹ صاحبان مطلع رہیں کہ ماہنامہ خالد و ماہنامہ تشحیذ الاذہان کی قیمت میں بعض مجبوریوں کے باعث معمولی سا اضافہ ناگزیر ہو گیا ہے گزشتہ سال ہر دو رسائل کے معیار کو بہتر بنانے کی سعی کی گئی جس کے پیش نظر خدا تعالےٰ کے فضل سے خریداری میں دوگنا اضافہ ہوا ہے لیکن اس سے ہر دو رسائل خاصے زیر بار آ گئے اب اگر یہ معمولی سا اضافہ بھی نہ کیا جائے تو رسائل کے مزید زیر بار آنیکا اندیشہ ہے اس لئے امید ہے کہ خریداران و ایجنٹ صاحبان اس معمولی

(باقی دیکھیں صفحہ ۹ پر)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

خدام احمدیت سے سالانہ اجتماع ۱۹۷۵ء کے موقع پر ــــ

افتتاحی خطاب

اسلام اس زمانہ میں غالب آئیگا

تم اخلاقی لحاظ سے اپنا ایک مقام پیدا کرو!

اور غلبۂ اسلام کے لئے اپنی جدوجہد کو ہمیشہ جاری رکھو

مرتبہ :۔ مکرم محمد انور صاحب قریشی شاہد رکن صیغہ زود نویسی۔ ربوہ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے چونتیسویں سالانہ اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۲۰ اخاء ۱۳۵۴ ہش مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۵ء چار بجے شام خدام سے جو خطاب فرمایا اس کا مکمل متن درج ذیل ہے :۔

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :۔

سب سے پہلے تو میں حکومت کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے ہمیں پھر سے کھلی فضا میں خدام الاحمدیہ کا اجتماع منعقد کرنے کی اجازت دی۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزاء دے۔

میں ایک لمبا عرصہ ملک سے باہر رہا ہوں اور باہر جا کر وہیں کے اخبار دیکھنے ہوتے ہیں جو کہ ہر ملک کے متعلق اپنی مخصوص قسم کی باتیں لکھتے ہیں۔ یہاں آکر مجھے اس بات سے خوشی ہوئی کہ حکومتِ وقت کے نزدیک حالات اتنے سُدھر گئے ہیں کہ پہلے تبلیغی جماعت کا جلسہ ہوا۔ اور وہ پُرامن طور پر ہوگیا۔ پھر ملتان میں شیعوں کی طرف سے بہت بڑا اجتماع ہوا۔ میں نے پڑھا تو نہیں کہ اس میں کتنے آدمی تھے۔ لیکن جو تصویر میں نے

اخبار میں دیکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی لاکھ کا اجتماع تھا اور وہ بڑے امن سے گزر گیا حکومت نے اس کی اجازت دی۔ اور اب یہ ہمارا مختصر سا اجتماع منعقد ہو رہا ہے۔ یہ واقعات، یہ جلسے بتا رہے ہیں کہ ہمارے ملک میں جو ایک غلط قسم کی فضا پیدا ہو گئی تھی وہ سدھرنے لگی ہے اور حالات پہلے سے بہت بہتر ہو چکے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ہم یہ کہتے ہیں اور بشارتوں کے مطابق یہ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اس غرض کے لئے آلۂ کار بنایا ہے کہ اسلام دنیا میں غالب ہو۔ ساری دنیا میں، تمام ممالک میں، اس کرۂ ارض کے کونے کونے میں، براعظموں میں بھی اور جزائر میں بھی۔ اس دنیا پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں جس کے متعلق ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں اسلام اس زمانہ میں غالب آئے گا تو ہمیں بعض قومیں دنیوی لحاظ سے بہت ترقی یافتہ نظر آتی ہیں اور وہ اتنی مہذب ہیں کہ بہت سے دوسرے ممالک جن کا ان قوموں کے ساتھ عقیدۃً اور عادۃً روایۃً اور ثقافۃً کوئی تعلق نہیں ہے وہ بھی ان کی نقل کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور اس نقل پر فخر کرتے ہیں۔ باوجود یہ سمجھے جانے کے کہ وہ بہت ہی مہذب اقوام ہیں اور انہوں نے بعض میدانوں میں بے شک ترقی بھی کی ہے۔ لیکن ان کی حالت کوئی ایسی اچھی نہیں ہے۔ جب ہم انہیں غور سے دیکھتے ہیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی تہذیب میں ہمیں بہت سی بنیادی کمزوریاں نظر آتی ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے جس کا میں نے بعض پریس کانفرنسز میں ذکر بھی کیا کہ جب ظلم کی انتہاء ہو تو اگر اس کے مقابلے میں ایک اور ظلم ہو اور پھر اس کے بعد ایک اور ظلم ہو۔ اور اس کے ردِ عمل میں ایک اور ظلم ہو تو یہ ظلم کا ایک بڑا ہی وسیع دائرہ بن جائے گا۔

vicious circle (وشس سرکل) کہ ظلم کا ردِ عمل ظلم، ظلم کا ردِ عمل ظلم، ظلم کا ردِ عمل ظلم، اس دائرے کو دو ہی چیزیں کاٹ کر ظلم کی جگہ انصاف کا ماحول پیدا کر سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر یہ ظلم جنگوں کی شکل میں ظاہر ہو تو جیتنے والی اقوام شکست خوردہ اقوام کو معاف کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔ اگر وہ معاف کر دیں گی تو ظلم کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یا اگر یہ نہیں تو مظلومیت یعنی ظلم سہہ لینا اور اس کا جواب نہ دینا بھی ظلم کا دروازہ بند کر دیتا ہے کیونکہ vicious circle (وشس سرکل) چالو ہی تب رہتا ہے جب اس کا ردِ عمل بھی ظلم ہو۔

اس سفر میں ایک پریس کانفرنس میں پہلے تو میں نے صحافیوں سے کہا کہ اسلام کے متعلق مجھ سے جو مرضی پوچھو میں جواب دوں گا لیکن وہ خاموش رہے تو میں نے کہا کہ اچھا آپ چاہتے ہیں

کہ میں پہلے بات کروں۔ چنانچہ میں نے یہ بات کی۔ کہ آپ کی تہذیب دنیا میں بڑی اچھی سمجھی جاتی ہے مگر اس میں بنیادی نقائص بھی ہیں یہ فرینکفورٹ (جرمنی) کی بات ہے۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ لوگوں نے دو عالمگیر جنگیں لڑیں۔ عیسائیوں نے عیسائیوں سے لڑائی کی۔ اور ایک جنگ میں ایک طرف عیسائیوں کے ساتھ کمیونزم یا دہریت بھی شامل ہوگئی ان جنگوں کے جو واقعات محفوظ کئے گئے ان میں مجھے کہیں یہ نظر نہیں آیا کہ اتحادیوں نے جرمنوں اور ان کے ساتھیوں کے زیادہ آدمی قتل کئے یا جرمن قوم اور اس کے ساتھیوں نے اتحادیوں کے زیادہ آدمی قتل کئے۔ یہ کہیں نہیں ملتا کہ جانی نقصان کے لحاظ سے کس نے دوسرے کی نسبت زیادہ ظلم کیا۔ لیکن جب دو قومیں آپس میں جنگ کرتی ہیں تو بہر حال ایک وقت ایسا آتا ہے کہ جب ایک قوم جیت جاتی ہے اور دوسری شکست کھاتی ہے میں نے انہیں کہا کہ دونوں دفعہ ایسا ہوا کہ اتحادی جیتے اور جرمن قوم نے شکست کھائی۔ تم لوگوں نے اپنے آدمی بھی مروائے اور شاید ان سے زیادہ مروائے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جان لینے کے لحاظ سے تم سے زیادہ ظالم تھے مگر وہ جیت گئے اور انہوں نے تمہیں معاف نہیں کیا۔ ان پر اتنا تاوانِ جنگ ڈالا گیا جو قوموں کی کمر توڑ دینے والا ہے مگر وہ قوم بڑی سخت ہے اس کو بھی تہ کر گئی۔ پھر ان کے ساتھ حقارت کا سلوک کیا۔ وہاں پر

چھاؤنیاں ڈال لیں اور بہت بُرا سلوک ان سے کیا پہلی جنگ عظیم کے بعد اسی قسم کا سلوک تھا جس کے نتیجے میں انسان کو دوسری جنگِ عظیم لڑنی پڑی۔ اور دوسری جنگِ عظیم کے بعد اسی قسم کا ظلم تھا جس کے نتیجے میں اب وہ ڈر رہے ہیں کہ تیسری جنگ عظیم جو بڑی ہولناک ہوگی اس کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ میں نے انہیں کہا کہ یہ تو تمہارے حالات ہیں لیکن انسانی تاریخ میں ایک اور واقعہ بھی گزرا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص پر اہل مکہ نے ۱۳ سال تک مکی زندگی میں انتہائی مظالم ڈھائے اور جب وہ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو پھر آپ کا پیچھا کیا اور تلوار کے زور سے دل کے خیالات کو بدلنے کے لئے انہوں نے گردنیں اڑائیں۔ اور کم و بیش سات سال تک یہ مظلومیت کی حالت مدنی زندگی میں بھی رہی۔ بیس سال تک آپؐ پر مظالم ڈھائے گئے۔ دونوں جنگوں میں جو کہ عظیم جنگیں کہلاتی ہیں اتنی لمبی تکلیف کسی قوم نے نہیں اٹھائی لیکن بیس سالہ مظالم سہنے کے بعد جب خدا تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حالات بدل دیئے تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ کی فصیلوں پر کھڑے تھے۔ اور اس وقت حالات اتنے بدل چکے تھے کہ رؤسائے مکہ میں اتنی سکت بھی نہیں تھی کہ تلواریں میان سے نکالتے۔ اور تلوار کا مقابلہ تلوار سے کرتے۔ جو

لوگ بیس سال تک لڑتے آئے تھے وہ اس دن بھی خواہ ہارنے والی جنگ لڑتے۔ لیکن لڑتے۔ مگر ان میں اتنی سکت بھی نہ تھی۔ اور آپ میں دنیوی نقطۂ نگاہ سے اتنی طاقت تھی کہ جو چاہتے ان سے سلوک کرتے۔ اور رؤسائے مکہ جب اپنے نفس پر غور کرتے تھے تو یہی خوف رکھتے تھے کہ ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائے گا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے جو سلوک کیا وہ یہ تھا کہ ”جاؤ میں تم سب کو معاف کرتا ہوں“

اس کے بعد عرب میں جنگ ختم ہو گئی۔ پھر کسریٰ نے ایک نئی جنگ کی طرح ڈالی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اور ان کو بھی مسلمانوں نے معاف کر دیا۔ پھر قیصر سامنے آیا۔ جس طرح اب دو عالمگیر جنگیں ہوئی ہیں اسی طرح اس وقت دنیا کی دو بڑی طاقتیں اسلام کے مقابلہ پر آئیں لیکن ان کے ساتھ اسلام کے ماننے والوں نے جو حسن سلوک کیا وہ اپنی تاثیر کے لحاظ سے اتنا زبردست تھا کہ انہوں نے ان کے دل خدا اور خدا کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے جیت لئے۔

دوسری بات میں نے انہیں یہ کہی کہ ہیں تو آپ تہذیب یافتہ لیکن آپ کی تہذیب اس بات کو برداشت نہیں کرتی کہ پورا سچ دلیری کے ساتھ بولیں۔ سچ کے اندر تھوڑا سا جھوٹ ملاتے ہیں۔ تب بات کرتے ہیں میں نے ان کو کہا کہ یہ تو civilization of compromises ہے۔ تم compromise (کمپرومائز) کرتے ہو اور یہ صرف بولنے کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ ہر شعبۂ زندگی میں ان کا یہی حال ہے۔ میں نے ان کو ایک مثال دی۔ میں نے کہا کہ ایک فلم بنانے والی پارٹی امریکہ سے پاکستان آئی اور وہ لداخ کی طرف جا رہی تھی۔ لداخ اب دو حصوں میں بٹ چکا ہے ایک حصہ پاکستان میں ہے اور دوسرا ہندوستان میں ہے چنانچہ وہ یہاں بھی آئے اور پھر دوسرے حصے میں بھی گئے اس فلم کا نام انہوں نے رکھا تھا۔

"In quest of Christ"

یعنی مسیح کی تلاش میں۔ چونکہ بعض تاریخوں میں آیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام واقعۂ صلیب کے بعد ان علاقوں میں پھرتے رہے اور یہاں انہوں نے یہودیوں کے اندر تبلیغ کی اس لئے ان کے نشان تلاش کرنے کے لئے ایک ٹیم یہاں بھیجی گئی۔ اُن کی لیڈر ایک عورت تھی جس نے پی ایچ ڈی کی ہوئی تھی۔ وہ سارے اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں کہا کہ مجھے ایک بات بتاؤ تم لوگ in quest of christ یعنی مسیح کی تلاش میں لداخ جا رہے ہو اگر تمہیں واقعہ میں وہاں ایسے ثبوت مل جائیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام واقعۂ صلیب کے ۳۰-۴۰ یا ۵۰ سال کے بعد ان لوگوں میں زندگی گزارتے رہے تو کیا تم یہ ثبوت اپنی فلم میں سینما ہال میں جا کر دکھا دو گے؟ تو وہ عورت کہنے لگی کہ دو۔ ہم نے اپنا سارا سرمایہ ضائع

کرتا ہے؟ مَیں نے کہا کہ یہ تو تمہاری حالت ہے تم سچ بول ہی نہیں سکتے۔ سچ کے ساتھ کچھ جھوٹ بھی ملاتے ہو تب بات کرتے ہو۔ قرآن کریم نے ہمیں جو تعلیم دی ہے وہ صرف یہ نہیں کہ سچ بولنا ہے بلکہ اس کے ساتھ کہا کہ قولِ سدید کہنا ہے یعنی سچ بھی بڑا اعلیٰ قسم کا جس کے اندر کوئی ہیر پھیر اور چالاکی نہ ہو۔ بعض سچ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن میں بولنے والا چالاکی بھی کر جاتا ہے لیکن اسلام یہ نہیں کہتا بلکہ وہ قولِ سدید کی تعلیم دیتا ہے اور ہم نے سوچا، آپ بھی سوچیں کہ اس کے بغیر دنیا میں امن قائم ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر ہر شخص دوسرے پر اعتبار ہی نہ کرے۔ تو امن کی فضا کیسے پیدا ہو گی۔ ——— پھر تو بدظنی کی فضا ہو گی۔ کہ میرے ساتھ بات کرتے ہوئے کوئی چالاکی کر گیا ہو گا۔ لیکن اگر فرض کیا یہ ہو کہ یہ قولِ سدید کہنے والی قوم ہے تو پھر ہر شخص کو پتہ ہو گا کہ جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں امن اور آشتی کی فضا ہوائی باتیں کرنے سے نہیں پیدا ہوتی۔ اسلام کا نام اللہ تعالیٰ نے اسلام رکھا ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو شریعت لے کر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مذہب کا نام اسلام رکھا اور اس کے ماننے والوں کا نام مسلم رکھا اور یہ کوئی منطق یا فلسفہ یا افسانہ یا لطیفہ تو نہیں ہے بلکہ اسلامی تعلیم نے عملاً ایسی فضا پیدا کی کہ یہ امن کا مذہب بن گیا۔ یہ آشتی کا مذہب بن گیا، یہ صلح کا مذہب بن گیا، یہ اطمینانِ قلب کا مذہب بن گیا۔ اور اپنی تعلیم کے لحاظ سے اس نے اس قسم کی فضا پیدا کی کہ کسی کو کسی سے کوئی خطرہ باقی نہیں رہنے دیا اور میں نے انہیں یہی کہا کہ اگر امن چاہتے ہو تو سچ بولو اور خالی سچ نہیں بلکہ قولِ سدید سے کام لو۔ سدید وہ سچ ہو جس کے اندر کوئی ہیر پھیر نہ ہو۔

یہ جو میں نے کہا کہ وہ لوگ compromise (کمپرومائز) کرتے ہیں یعنی سچ کے ساتھ جھوٹ کی اور قدرتی کھانوں کے ساتھ بناوٹی کھانوں کی ملاوٹ کرتے ہیں۔ اب وہاں شور پڑ گیا ہے ایک دن میرے سامنے T.V. (ٹی۔وی) پر آ گیا کہ اس کھانے کی وجہ سے اتنی بیماریاں اور فوڈ پوائزننگ کے اتنے کیس ہونے لگ گئے ہیں۔ فوڈ پوائزننگ ایک بڑی سخت قسم کی بیماری ہے جس میں زہریلے کھانے کے ساتھ جسم کے اندر زہر پیدا ہو جاتا ہے اور یہ سب موجودہ تہذیب کی ایجادات کے نتیجہ میں بنے ہوئے لیں۔ ان میں سچ کے ساتھ جھوٹ! سچ تو قانونِ قدرت ہے جب اس سے ادھر اُدھر ہو جاؤ گے تو ضرور پھنس جاؤ گے۔ مثلاً خدا تعالیٰ نے افیم پیدا کی ہے اور اس کے بہت سے فوائد ہیں۔ یہ ایک مرکب دوائی ہے خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہ مفردات نہیں ہوتیں بلکہ مرکب ہوتی ہیں اور افیم ایک بڑا زبردست مرکب

کئی سال ہوئے میں نے اس کے بارہ میں کسی
رسالے میں جو آخری مضمون پڑھا تھا اس کے مطابق
ان کی سائنس اس وقت تک افیم کے ۴۳ اجزاء
علیحدہ کر چکی تھی اور ابھی اور نکل رہے تھے۔ پتہ
نہیں اب ان کو ملا کر ۵۰۔۶۰ یا ۷۰۔۸۰ ہو چکے
ہوں گے خدا تعالے نے تو ایک کن کہہ کر ان کو ملا دیا
اور میں نے بہت غور کیا اس ترکیب کے اندر اللہ
نے بڑا توازن پیدا کیا ہے۔

دیر کی بات ہے میری لڑکی بیمار ہو گئی اور
ہسپتال میں داخل ہوئی۔ اس کو بڑی شدید
تکلیف تھی۔ اور اس بیماری کی وجہ سے ہاؤس
سرجن نے اس کو افیم کے ایک ست کا ٹیکہ لگا دیا۔
وہ سرجن کا کیس تھا۔ اس نے اپریشن کیا تھا تو
وہ بڑا سخت ناراض ہوا اور اسے کہنے لگا کہ تم
نے مجھ سے پوچھے بغیر اس کو کیوں ٹیکہ لگا دیا
یہ تو ایسا ٹیکہ ہے کہ بعض لوگوں کو صرف ایک ٹیکے
سے اس کی عادت پڑ جاتی ہے اور یہ چیز عذاب
جان بن جاتی ہے۔ اس لئے مجھ سے پوچھ کر لگانا
چاہیئے تھا۔ اب وہی چیز جس کے ایک ست کا
ایک ٹیکہ عادت ڈال دیتا ہے وہ سارے مختلف
اجزاء کا مجموعہ افیم ہے اور ان بیماروں کو طبیب
نے نسخے میں ڈال کر افیم دی اور دنیا کی تاریخ میں
ایک مثال بھی نہیں ہے کہ کسی کو اس کی عادت
پڑ گئی ہو۔ اس لئے کہ جس شکل میں خدا تعالے
کی قدرت کاملہ نے اس کو بنایا تھا وہ اسی شکل
میں اس کو دی گئی۔ پھر ان کے سچ اور جھوٹ کا یہ
حال ہے کہ انہوں نے تجزیہ کر کے اور اجزاء علیحدہ
علیحدہ کر کے ان کا استعمال شروع کر دیا اور مرکب
تو ان سے صحیح بن ہی نہیں سکتا تھا جو خدا تعالیٰ
نے بنایا تھا بنا دیا۔ اور یہ صرف میری منطقی
یا فلسفیانہ تنقید نہیں ہے بلکہ میں نے لنڈن میں
اچھے ڈاکٹروں کے ساتھ بات کی تو ایک ڈاکٹر
میرے پاس ایک رسالہ لے آیا۔ کہنے لگا کہ یہ ہر
سال میڈیکل ایسوسی ایشن کی طرف سے چھپتا ہے
اور ہر سال اس میں ۱۵۔۲۰ نئی دواؤں کا ذکر
ہوتا ہے جو کہ انسان نے تجزیہ کر کے بنائی ہیں۔
اور ۱۵۔۲۰ ایسی دوائیں ہوتی ہیں جن کی پہلے
بڑی تعریف ہوتی رہی ہے اور اب ان کے متعلق
یہ نوٹ ہوتا ہے۔ کہ یہ بڑی خراب ہیں، یہ زہر ہیں
ان کو ہاتھ نہ لگانا۔ ہر سال یہ ہوتا ہے۔ اچھی
تم نے ترقی کی ہے کہ ایک سال زہر کھلاتے رہے
اور اگلے سال معافی مانگ لی۔ خدا تعالے نے تو
یہ اعلان کیا تھا۔ اور ہمیں بھی نصیحت کی تھی
کہ وَضَعَ الْمِيزَانَ [1] خدا تعالے نے ہر چیز
میں توازن کا اصول قائم کیا ہے۔ اَلَّا تَطْغَوْا
فِي الْمِيزَانِ [2] اس اصول کو نہ توڑنا۔ انہوں
نے وہ اصول توڑا اور اب اس کی سزا بھگت رہے
ہیں نئی سے نئی بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں اور

---

[1] و [2] سورۃ الرحمٰن آیت: ۸-۹

ان کو پتہ ہی نہیں لگ رہا - اب انہوں نے ایک اور طریق بنا لیا ہے جس بیماری کا پتہ نہ لگے کہتے ہیں کہ تمہیں الرجی ہے - الرجی کے معنے ہوتے ہیں کہ ہمیں نہیں پتہ لگ رہا کہ تمہیں کیا بیماری ہے حالانکہ خدا تعالے نے انہیں رستے بتائے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی تفسیر میں کہا کہ لِكُلِّ دَآءٍ دَوَآءٌ پھر سچ اور جھوٹ والی بات یہاں بھی آجاتی ہے ایک چیز اچھی ہوتی ہے لیکن چونکہ اس میں نفع نہیں ہوتا کہتے ہیں کہ یہ اچھی نہیں - ایک بہترین جرم کش دوائی شہد کی مکھی بناتی ہے اس میں انسان کا ہاتھ نہیں ہے - اس لئے کسی کمپنی کو اس کا فائدہ نہیں - مکھی بیچاری تو پیسے نہیں لیتی وہ مفت بنا دیتی ہے قرآن کریم میں اعلان کیا گیا تھا کہ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیہ آیت: ۱۴) شہد کی مکھی کو بھی ہمارا خادم بنایا گیا ہے - اور بحیثیت خادم وہ ہمارے لئے دنیا کی جتنی جرم کش دوائیں انسان بنا چکا (اور جو زہر ہیں اور ان کے غلط استعمال سے لاکھوں آدمی مر چکے ہیں) ان سے ہزار درجے اچھی دوائی بناتی ہے لیکن چونکہ وہ مکھی نے بنا دی اور اس میں وہ نفع نہیں جو اُن کی اپنی بنائی ہوئی گندی ادویہ میں ہے - اس واسطے کہتے ہیں کہ اس کو ہم دوائی ہی تسلیم نہیں کرتے - ان میں سے بعض آدمی نکل آتے ہیں جو اس پر تجربے بھی کر رہے ہیں اور یورپ میں ہزاروں آدمیوں پر چھپ چھپ کر تجربہ کیا ہے ایک شخص پر کسی نے مقدمہ کر دیا تھا کہ یہ دوائی نہیں ہے یہ کیوں بنا کر تقسیم کرتا ہے میں نے یہاں استعمال کی چونکہ وہ وائرس بھی مارتی ہے اس لئے فلو کے لئے بہت اچھی ہے اور جرم کش اتنی ہے کہ ہمارے ایک دوست کو ذیابیطس کی بیماری میں کاربنکل ہو گیا تھا - جو کہ مہلک ہوتا ہے وہ کیل والا پھوڑا ہوتا ہے اور اندر ہی اندر پھیلتا رہتا ہے ڈاکٹر کئی مہینے تک علاج کرتے رہے اور آرام نہیں آ رہا تھا - مجھے پتہ لگا تو میں نے وہی دوائی جو شہد کی مکھی نے بنائی ہے - اس کی دو ٹیوبیں ان کو دیں اور ابھی وہ دو ٹیوبیں ختم نہیں ہوئی تھیں کہ کاربنکل بالکل صاف ہو گیا - لیکن وہ مارکیٹ میں نہیں آئی - پہلے تو بہت چھپ چھپ کر دیتے تھے اب کچھ تھوڑا سا ظاہر ہونے لگ گئے ہیں -

غرض سچ میں جھوٹ، کھانے میں ملاوٹ یعنی کچھ اچھی چیزیں کچھ بُری، اور دوائیوں میں ملاوٹ کچھ اچھی دوائیں کچھ بُری دوائیں - مجھے ۱۹۷۵ء میں ڈاکٹر نے ایک دوائی دے دی تھی کہ یہ ذیابیطس کے لئے بہت اعلیٰ دوائی ہے آپ ضرور کھائیں اور ابھی ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ ۱۹۷۶ء میں وہاں سے خدا نے شروع

ہو گئے کہ خدا کے لئے آپ اسے چھوڑ دیں اب سارے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ بعض دفعہ جان لیوا ہوتی ہے انسان کو مار بھی دیتی ہے ایک سال نہیں گزرا تھا کہ وہی مفید دوائی مہلک بن گئی۔ غرض یہ لوگ اس قسم کی زندگی گزار رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم بہت تہذیب یافتہ ہیں۔ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ انسانیت کا احترام قائم ہونا چاہیئے اور دوسری طرف وہ مغربی ممالک جو بڑے اور طاقتور ہیں وہ ان مغربی ممالک کے جو چھوٹے ہیں اور تعداد کے لحاظ سے کم ہیں اور انکے ملک کی زمین کم ہے بعض حصوں پر چُھپ کر کے قبضہ کر لیتے ہیں ابھی میرے آنے سے ایک مہینہ پہلے یہ واقعہ ہوُا کہ ایک بہت بڑے ملک نے ایک چھوٹے سے ملک کے ایک جزیرے پر بغیر ایک گولی چلائے آکر قبضہ کر لیا۔ یہ تو احترام کرتے ہو تم ان کی ملکیت کا اور ان کی عزت کا کہ پوچھا بھی نہیں اور آ کر قبضہ کر لیا اور پھر بھی مہذب کے مہذب ہو۔ یہ چیزیں آدمی کو بڑی پریشان کرنے والی ہیں۔ ان ترقی یافتہ اقوام کو اندر سے ایک ایسا گھُن کھا رہا ہے اور ان کی ہلاکت کے دن نزدیک سے نزدیک تر آ رہے ہیں اور ان کے لئے اس ہلاکت سے بچنے کا صرف ایک راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اسلام کی تعلیم کو سمجھیں اور اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں۔

یہ امر کہ وہ اسلام کی تعلیم کو سمجھیں اس کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ان کو سمجھانے والا ہو اس زمانے کی ضروریات اور خرابیاں اور بعثت کی باتیں

مَیں ان کو بتاتا تھا اور اسلام کی تعلیم بھی بتاتا تھا یہ سب کچھ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سیکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساری دنیا میں اعلان کیا ہے کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ میں اپنے گھر سے کچھ نہیں لایا مَیں نے جو کچھ پایا ہے وہ قرآن کریم سے ہی حاصل کیا ہے۔ ساری خیر قرآن کریم میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کے نتیجہ میں قرآن عظیم کی عظیم تعلیم آپ نے پائی۔ ایسی تعلیم کہ جس میں بے حد حُسن پایا جاتا ہے۔ حُسن کس کو کہتے ہو تم؟ سارے بچے بھی سمجھ لیں۔ حُسن اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس وقت وہ سامنے آئے تو اس میں قوتِ جذب پائی جائے اور وہ انسان کو اپنی خوبصورتی کے نتیجے میں اپنی طرف کھینچتی ہو۔ سارے حواس کے لئے ایک حُسن ہے۔ نظر کا بھی حُسن ہے۔ مثلاً جب گلاب کے پھول کی پتیاں پوری طرح کھُلی ہوئی ہوں۔ اور مرجھانے کی طرف مائل نہ ہوں اور اس کا رنگ بہت اچھا ہو تو نظر اس کو دیکھتی ہے اور اس سے بڑی لذت اٹھاتی ہے۔ آنکھ اس کو حسین دیکھتی ہے اور اس کی طرف کھنچتی ہے۔ لوگ گلاب کا پھول توڑ کر اپنے بٹن ہول میں لگا لیتے ہیں۔ پھر کان کا حسن ہے۔ کوئی بڑی اچھی تلاوت کر رہا ہو تو بہت لطف آتا ہے۔ کئی دفعہ ہماری مسجد میں اذان ہوتی ہے تو دوست میرے پیچھے پڑ جاتے ہیں کہ یہ

کیسی بدصورت آواز والا آدمی آپ نے یہاں مقرر کیا
ہے جو اذان ٹھیک نہیں دیتا۔ مؤذن اچھا ہونا چاہئیے
پس کان کا بھی ایک حسن ہے۔ اسی طرح سارے
ظاہری اور باطنی حواس کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک
حسن پیدا کیا ہے۔ اور سارے ظاہری اور باطنی حواس
کے لئے جو حسن حقیقی ہے وہ قرآن کریم اور اسلامی تعلیم
کے اندر پایا جاتا ہے۔ اسی واسطے جب ہم اسلام
کی صحیح تعلیم اور حسین تعلیم اور حقیقی تعلیم ان ممالک
کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں تو باوجود اس کے
کہ وہ مفلوج زندگی گزار رہے ہیں آدھے ٹھیک
ہیں اور آدھے غلط ہیں۔ اُن کا آدھا جسم ٹھیک
ہے اور آدھے جسم پر فالج ہے وہ آگے سے بول
کر دیتے ہیں جیسا کہ ایک پریس کانفرنس میں ایک
سمجھدار اور سلجھی ہوئی طبیعت کا صحافی مجھے کہنے لگا
کہ اتنی حسین تعلیم ہے آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے
اسے ہمارے عوام تک پہنچانے کا کیا انتظام کیا ہے؟
اس کو میں نے سمجھایا کہ چھوٹی سی جماعت ہے اتنے
پیسے نہیں ہیں لیکن اس کے اس فقرے نے مجھے
اتنا جھنجوڑا کہ میں نے یورپ کے ہر ملک کے مبلغ
کو کہا کہ پتہ کرو کہ اگر اسلام کی تعلیم کے بارہ میں
اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں ایک خط
ان تک پہنچایا جائے تو کیا خرچ آئیگا۔ سوئٹزرلینڈ
ایک چھوٹا سا ملک ہے مگر وہاں ہر چیز بڑی منظم
ہے وہاں کے ڈاکخانے نے کہا کہ صرف ایک خط
پہنچانے پر ۱۴ لاکھ روپیہ خرچ آئے گا۔ اور ایک خط
ڈالنا تو کافی نہیں اور ڈالنے چاہئیں، پھر اور پھر
اور۔ ہمارے پاس ابھی پیسے نہیں۔ چنانچہ میں نے
اس کو کہا کہ ایک دن آئے گا جب ہم کچھ کریں گے
لیکن اس نے اس دن مجھے اتنا ہلا دیا تھا کہ میں
مجبور ہو گیا سوچنے پر اور معلومات حاصل کرنے پر
اور دعائیں کرنے پر کہ اللہ تعالیٰ اس کے سامان
پیدا کرے۔ چنانچہ میں نے پوچھا اور اس کے مطابق
کچھ کام کئے۔ لیکن بہرحال ابھی ہماری طاقت
نہیں ہے۔ ہم نے دنیا کو غلط بات تو نہیں کہنی۔
یہ حقیقت ہے کہ ابھی ہم ایسا نہیں کر سکتے اس
دفعہ ایک صحافیہ ملی۔ پریس کانفرنس میں آٹھ دس
مرد و زن بیٹھے ہوئے تھے۔ جب وہ کمرے سے باہر
نکلی تو اس نے آنسوؤں سے رونا شروع کر دیا۔
اور ہمارے آدمیوں میں سے ایک کو کہنے لگی کہ
اسلام کی تعلیم ایسی اچھی ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم اتنی
دیر کے بعد ہمارے ملک میں کیوں آئے ہو تمہیں
پہلے آنا چاہیئے تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم
گندگی میں دھنستے چلے جا رہے ہیں تم نے ہماری
پرواہ ہی نہیں کی کہ ہم کس گندگی کے اندر پھنسے
ہوئے ہیں تم لوگوں نے ہم سے بے اعتنائی کی۔
حالانکہ اتنی اچھی تعلیم تمہارے پاس ہے۔

میں اپنے متعلق ہی بات کرونگا۔ ہمیں
دوسروں سے کیا۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ یہ حسین
تعلیم ہم ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی تفسیر قرآنی (جو آپ نے تفصیلی اور اصولی طور پر

جیلان کی)، کے بغیر تباہی نہیں سکتے۔ اس واسطے ہر احمدی کا یہ فرض ہے۔ کہ اگر پڑھنا جانتا ہے تو اسے پڑھے اور اگر نہیں جانتا تو سُنے۔ بعض دفعہ حضورؑ ایک فقرہ لکھتے ہیں اور آپ ساری عمر بھی گذار دیں تو اس فقرے کا مضمون ختم نہیں ہو گا۔ ایک دفعہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک کتاب کا ایک فقرہ اٹھایا اور پانچ سات خطبات جمعہ اس ایک فقرے پر دے دیئے۔ اتنا مضمون اس کے اندر بھرا ہوا تھا ایک اور فقرہ ہے اگر آپ سارے جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ساری عمر اس پر تحقیق کرتے رہیں تب بھی اس کے معنے ختم نہیں ہوں گے۔ مگر مَیں آج بتاؤں گا نہیں۔

جب ہم ان کے سامنے یہ تعلیم پیش کرتے ہیں تو وہ آرام سے کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں عملی نمونہ دکھاؤ اس لئے ہم پر یہ فرض ہے کہ ہم ان کو اپنا عملی نمونہ دکھائیں۔ عملی نمونہ کے لئے مَیں مختصراً دو تین باتیں کہوں گا۔

ایک تو یہ ہے کہ اسلام امن کا مذہب ہے امن کے، انصاف کے، حقوق کی ادائیگی کے، پیار کے، بے لوث خدمت کے، خیر خواہی کے، اور کسی کو دُکھ نہ پہنچانے کے لحاظ سے یہ سلامتی کا مذہب ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسلام کہا ہے۔ مَیں نے بار بار آپ سے کہا اور بیعت میں بھی یہ فقرہ زائد کیا کہ مَیں کسی کو دُکھ نہیں پہنچاؤں گا۔ پس یہ اسلام

اور اس کے مقابلے میں "فساد" ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یونہی رنجش پیدا کرنا اور عمر کی اُدھر لگانا چغلیاں کرنا۔ غیبت کرنا وغیرہ۔ جن چیزوں سے اسلام نے روکا ہے بعض لوگ ان کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور اس طرح فساد پیدا کرتے ہیں۔ قرآن کریم نے بڑی وضاحت سے کہا ہے کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ملک میں فساد پیدا کرنے کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں۔ گیا ان کو پتہ نہیں کہ خدا تعالیٰ فساد سے پیار نہیں کرتا۔ بلکہ انسان فساد پیدا کر کے خدا تعالیٰ کے غضب کے نیچے آتا ہے۔ جماعت احمدیہ کی نوّے سالہ زندگی یہ ہے، اپنے اور دوسر اچھی طرح سُن لیں کہ جماعت احمدیہ نے کبھی بھی بحیثیت جماعت نہ کسی سٹرائیک میں حصّہ لیا ہے اور نہ فساد میں۔ ۱۹۷۴ء میں جماعت نے بڑی اجتماعی قربانی کی لیکن مَیں انفرادی مثال دے دیتا ہوں ۱۹۷۴ء کے فسادات میں بھٹو صاحب کی حکومت میں بعض ایسے لوگ بھی مار دیئے گئے جن کے پاس بندوق پڑی ہوئی تھی لیکن انہوں نے بندوق نہیں چلائی۔ اور خود مر گئے۔ جو شخص اپنی حفاظت پر قادر نہیں ہے اور دلیری سے مرجاتا ہے وہ بھی بڑا دلیر ہے لیکن جو شخص صرف اسلام کی خاطر بدی کا مقابلہ بدی سے نہیں کرتا اور فساد پیدا نہیں کرنا چاہتا اور جان دے دیتا ہے اس کی تو شان ہی کچھ اور ہے۔ نوّے سالہ زندگی میں دو ایک انفرادی مثالیں ایسی ہیں کہ جو غلط فہمی سے یا جہالت

سے یا نوجوانی کی حماقت سے سٹرائیک میں شامل ہو گئے مگر جماعت نے اسے برداشت نہیں کیا۔ اس واسطے ہماری تختی تو بالکل پاک ہے۔ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ جماعت نے کبھی فساد کیا ہو۔ اور ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ ہم ہر موقع پر فساد سے بچے ہیں۔ بلکہ ہم نے اس حد تک قربانی کی کہ ۱۹۵۳ء میں باہر سے آئے ہوئے بچوں نے کالج پر پتھراؤ کیا۔ اس وقت کالج لاہور میں تھا۔ ہم حیران ہوئے کہ اندر سے بھی پتھراؤ ہوا۔ ہم نے کہا یہ کیا بات ہو گئی ہمارا احمدی بچہ تو پتھر کے مقابل پر پتھر نہیں چلاتا چنانچہ پتہ یہ لگا کہ غیر احمدی بچے جو کالج میں پڑھتے تھے اور ہوسٹل میں بھی رہتے تھے ان کے ساتھ اتنا حسن سلوک تھا کہ جب ان کو غصہ آیا تو وہ ضبط نہیں کر سکے اور انہوں نے پتھراؤ کے مقابلہ میں پتھراؤ کر دیا۔ لوگوں کو اس کا پتہ لگ گیا اور میر انکوائری میں ایک صاحب کی طرف سے جو بہت بڑے افسر تھے یہ واقعہ پیش ہو گیا۔ سارا کچھ ہونے کے بعد یہ ایک واقعہ کہ تعلیم الاسلام کالج کے اندر سے بھی تو پتھر کے مقابلہ میں پتھر آ گیا تھا۔ جب انہوں نے یہ کہا تو سپرنٹنڈنٹ صاحب دوڑے ہوئے میرے پاس آئے کہ آپ کو پتہ ہے واقعہ تو یہ ہوا تھا میں نے کہا مجھے پتہ ہے کہنے لگے کہ پھر پیش کر دینا چاہیئے کہ پتھراؤ کرنے والے احمدی نہیں تھے میں نے کہا کہ نہیں میں یہ پیش نہیں کروں گا۔ اس واسطے کہ جنہوں نے ہمارے پیار میں پتھر کا جواب پتھر سے

دیا تھا ہم ان پر بھی حرف نہیں آنے دیں گے اور خود وہ الزام سہہ لیں گے۔ پس نوے سالہ زندگی میں جماعت احمدیہ نے نہ کبھی سٹرائیک کی نہ فساد کیا۔ نہ کوئی احتجاجی کالا بلا یا کالا بیج لگایا اور نہ کوئی احتجاج کیا۔ ہمارا احتجاج تو ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہمارے خدا کا در ہے۔

دوسری چیز جو میں مختصراً لکھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اسلام نے سچ بولنے پر اور جھوٹ سے اجتناب کرنے پر بڑا زور دیا ہے۔ جھوٹ بعض دفعہ تمام برائیوں کی جڑ بن جاتا ہے۔ ایک گناہ کیا اور غلطی کی اور پھر اس کو چھپانے کے لئے ایک جھوٹ اور پھر اس جھوٹ کو چھپانے کے لئے ایک اور جھوٹ اور اس طرح ایک لمبا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس واسطے مسلمان کی زندگی میں جو شئے ہمیں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ جب وہ غلطی کرتا ہے تو استغفار کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے۔ جھوٹ نہیں بولتا استغفار اور توبہ جھوٹ کے مقابلے میں ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ میں نے یہ کام نہیں کیا بلکہ خود خدا کو کہتا ہے کہ اے خدا میں غلطی کر بیٹھا ہوں تو مجھے معاف کر دے وہ اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہے اسے چھپانے کی کوشش نہیں کرتا اور اس ہستی کے سامنے اقرار کرتا ہے جسے سب قدرت ہے اور اگر وہ سزا دینا چاہے تو اس پر قادر ہے وہ علام الغیوب ہے اس سے کچھ چھپایا نہیں جا سکتا لیکن خود اس کے سامنے جا کر یہ بولتا کہ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ

بِذَنْبِیْ میں اعتراف گناہ کرتا ہوں فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ پس تو میرے گناہ بخش دے۔

یہ ایک مسلمان کی شان ہے کہ وہ کسی صورت میں کسی کے سامنے بھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اس دنیا کی کیا حقیقت اور اس کی عزتیں کیا چیز۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص نے ایک بڑے فحش گناہ کا ارتکاب کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا۔ کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! مجھ سے یہ غلطی ہوئی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ مرنے کے بعد خدا تعالےٰ مجھے جہنم میں پھینک دے اور میں دوسری زندگی میں سزا لوں۔ آپ مجھے سزا دے دیں۔ آپؐ نے اس کو ٹالا، اِدھر منہ کر لیا۔ اُدھر منہ کر لیا۔ مگر جب اس نے اصرار کیا تو آپؐ نے اسے سزا دی۔ اور اس کے نتیجہ میں اس شخص کی جان نکل گئی کسی نے اس شخص کے لئے طعنہ اور تحقیر کا لفظ استعمال کیا اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بڑے سخت غصہ میں آئے کہ تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ وہ شخص تو ایک پاک حیثیت میں اپنے خدا سے جا ملا کیونکہ اس نے گناہ کی سزا پالی اور تمھیں تو پتہ نہیں کہ تم کس حالت میں خدا کے پاس جاؤ گے پس تمہاری حالت کسی کو دھتکارنے کی نہیں ہے بلکہ ہتّقنا (؟) کرنے کی ہے۔ استغفار کرو اور گناہوں کی معافی مانگو اور ہنسی نہ کرو۔ غرض سچ دین کی بنیاد ہے جو شخص جھوٹ بولے گا وہ تو دین کے لحاظ سے ختم ہو گیا اور دنیا کے لحاظ سے بھی وہ ختم ہو جاتا ہے

اس کے ساتھ تیسری چیز ہے امانت سے کام لینا اور خیانت نہ کرنا۔ امانت کے معنی لغت عرب میں یہ ہیں کہ وہ فرائض اور حقوق جو اللہ تعالےٰ نے قائم کئے ہیں ان کو ادا کرنا۔ ایک تو عام امانت ہے کہ فلاں شخص بڑا امین ہے، بڑا امانتدار ہے، کوئی چیز اس کے پاس رکھوائیں تو اسے سنبھال کر رکھتا ہے اور واپس کرتا ہے یہ بھی امانت کے معنے میں شامل ہے لیکن لغت عربی میں امانت کے ایک معنی یہ ہیں کہ خدا تعالےٰ نے جو فرائض قائم کئے ہیں اور جو حقوق انسان کو دیئے ہیں انکی ادائیگی کرنا۔ اس وقت دنیا میں بہت کم عقلیں ہیں جو انسان سے پیار کرکے اس کے حقوق اسے دینے کے لئے تیار ہوں۔ اور یہ ہمارا فرض ہے۔ ماڈرن سویلائزیشن کی ایک اور کمزوری یہ ہے اور میں بعض دفعہ مذاق بھی کیا کرتا ہوں کہ تمہارا مزدور اپنے حقوق کے حصول کے لئے سٹرائیک کرتا ہے لیکن اسے یہ علم نہیں کہ اس کے حقوق کیا ہیں۔ وہ اندھیرے میں کام کر رہا ہے۔ اس کو یہ پتہ نہیں کہ میرا حق کیا ہے اور کہتا ہے کہ میں اپنا حق لینا چاہتا ہوں۔ اور اس کے لئے میں سٹرائیک کر رہا ہوں۔ پھر میں اُن کو سمجھاتا ہوں کہ اسلام نے یہ حقوق قائم کئے ہیں۔ اسلام بڑا عظیم مذہب ہے۔ دو تین سال پہلے ایک جگہ میں نے کہا کہ میں تمہیں پہلے کہہ دیتا ہوں کہ جو اسلامی تعلیم میں بیان کروں گا تمھیں یہ جرأت بھی نہیں ہوگی کہ تم کہو کہ یہ غلط ہے اور ہم اسے

تسلیم نہیں کرتے بلکہ تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ ٹھیک ہے اور کسی کو جرأت نہیں ہوئی یہ کہنے کی کہ نہیں یہ تعلیم ٹھیک نہیں۔ سب نے کہا کہ ٹھیک ہے اور بڑی اچھی تعلیم ہے۔ غرض امانت سے کام لینا اور امانت میں خیانت نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کے درمیان جو ہزار ہا قسم کے حقوق قائم کئے ان کی ادائیگی کرنا مثلاً باپ کے حقوق بیٹے پر، بیٹے کے حقوق باپ پر، خاوند کے حقوق بیوی پر، بیوی کے خاوند پر۔ ہمسائے کے حقوق ہمسائے پر، قوموں کے قوموں پر۔ پھر بچوں کے حقوق ہیں، علمی لحاظ سے اور کھانے پینے کے لحاظ سے وغیرہ وغیرہ۔ ہزار ہا قسم کے حقوق ہیں اور قرآن کریم نے ان کی تفصیل بتائی ہے۔ اور قرآن کریم نے ہمارے سامنے یہ تعلیم رکھکر کہا کہ لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ (الانفال آیت ۲۸) خدا تعالیٰ سے اور اس کے رسولؐ سے جو عہد کیا ہے اس میں خیانت سے کام نہ لینا۔ اور خدا تعالیٰ سے جو عہد کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم امانتدار ہوگے اور خدا تعالیٰ نے جو حقوق قائم کئے ہیں ان کو قائم کرو گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ تمہارا کتنا ہی دشمن کیوں نہ ہو تم نے اس کے ساتھ بے انصافی نہیں کرنی بے انصافی کرنی ہی نہیں چاہیے کچھ ہو جائے یہ اس لئے نہیں کہ تمہارا دل بڑا وسیع ہے اور تمہارا سینہ بڑا فراخ ہے بلکہ اس لئے کہ تمہارا رب تمہیں کہتا ہے کہ ایسا نہ کرو۔ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (المائدہ آیت ۹) کسی کو تم سے دشمنی ہو تو ہوتی رہے۔ تم نے کسی سے دشمنی نہیں کرنی اور صرف دشمنی نہ کرنے کا سوال نہیں بلکہ اس کے حقوق اس کو دلانے ہیں اور ہماری اسی سالہ زندگی میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کا معاند ترین دشمن ضرورت کے وقت جماعت کے اکابر کے پاس مدد کے لئے آیا ہو اور انہوں نے مدد کرنے سے انکار کیا ہو لمبی چوڑی تفصیل ہے جس میں میں اس وقت نہیں جاؤں گا۔ جس کا حق ہے وہ اسے ملنا چاہیئے۔ قطع نظر اس کے کہ میرے ساتھ اس کے ذاتی کیا تعلقات ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ جماعت کے متعلق اس کی کیا رائے ہے۔ قطع نظر ہر چیز کے خدا نے اس کا جو حق قائم کیا ہے اس حق کو کوئی اور تم غصب نہیں کر سکتے یہ ہے اسلامی تعلیم۔

پس اخلاقی لحاظ سے اپنا ایک مقام پیدا کرو۔ اگر دنیا میں اسلام کو غالب کرنا ہے تو محض منہ کی باتوں سے ایسا نہیں کر سکتے۔ وہ نمونہ مانگتے ہیں۔ تم کہو کہ ہم اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں انسانی کمزوریاں ہمارے ساتھ ہیں بعض غلطیاں بھی کر جاتے ہیں اور

خدا تعالیٰ سے معافیاں بھی مانگتے ہیں۔ سب کچھ ہے لیکن ہم اپنی سی کوشش کرتے ہیں کہ ہم عمل کریں اور خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کریں۔ اگر ہم خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کر لیں اور خدا کے ہو رہیں تو خدا تعالیٰ نے الہاماً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کے ذریعے ہمیں بھی بتایا ہے کہ

"جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دل کی یہ کیفیت بیان کی ہے کہ جس کو خدا مل جائے اس کو کسی اور چیز کی کیا ضرورت ہے آپ نے فارسی کے ایک شعر میں کہا ہے کہ اے خدا جس کا تو ہو جائے اس نے دنیا کو لے کر کیا کرنا ہے تو مل گیا تو سب کچھ مل گیا۔

خلاصہ یہ احمدی فساد نہیں کرتا، فساد کے حالات میں ملوث نہیں ہوتا۔ لوگوں کی خیر خواہی کرتا ہے، ان کے حقوق ان کو ادا کرتا ہے سچ بولتا ہے، اسلامی اخلاق کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے کوشش کرتا رہتا ہے اور خدا کے پیار کو حاصل کرنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ایک نہایت ہی میٹھی اور حسین اور پیاری چیز بنی نوع انسان کے سامنے پیش کی ہے تم ہو اس مبلغ کے دارو غہ اس وقت۔ پھیلاؤ یہ خوان اور اسے دنیا کے سامنے پیش کرتا کہ دنیا ہلاکت سے بچ جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور مجھے بھی اس کی توفیق عطا کرے۔

منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہِ احمدِ مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہیں
جان و دل اس راہ پر قربان ہیں

دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا

(درِ ثمین اردو)

خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۷۷ء سے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پُرمعارف و بصیرت افروز

اختتامی خطاب

ہم خدائے واحد و یگانہ کی ہستی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان پر پختہ ایمان رکھتے ہیں

ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قرآن کریم ایک کامل و مکمل کتاب ہے۔

دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ہم سے ہمارا ایمان اور ہمارا عقیدہ نہیں چھین سکتیں!

یہاں سے میرا یہ پیغام لیکر واپس جائیں اور ہر احمدی کو بتائیں کہ وہ اپنے اندر روحِ بلالی پیدا کرے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ کے ۳۲ ویں سالانہ اجتماع سے مورخہ ۲۲ اخاء ۱۳۵۶ ہش (اکتوبر ۱۹۷۷ء) کو جو اختتامی خطاب فرمایا تھا اس کا متن افادہ احباب کے لئے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

حضور نے تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

آپ احمدیت کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ خدام الاحمدیہ ہیں۔ ہم سب احمدیت کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ احمدی ہیں۔ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے ہمارا نام احمدی مسلمان رکھا ہے۔

ہم اسلامی عقائد رکھتے ہیں۔ بعض لوگوں میں کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اُن سے میرا تعلق نہیں۔ اپنے عقائد سے میرا تعلق ہے۔ عقائد کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ بیان فرمایا ہے۔ وہ گاہے گاہے احباب جماعت کے سامنے

آتا رہتا ہے۔ اسی سلسلہ میں آج میں اپنے احمدی نو سکھ، احمدیت کے عقائد کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میں کوشش کروں گا کہ جہاں تک ممکن ہو، سادہ زبان استعمال کروں تاکہ وہ سب اطفال بھی جو اس اجتماع میں شامل ہیں اپنی عقل اور علم کے مطابق احمدیت کے عقائد کو سمجھ سکیں۔ تاہم کچھ باتیں تو ایسی بھی ہوتی ہیں جو بچوں کی سمجھ سے بالا ہوتی ہیں۔ حتی کہ بعض باتوں کو تو کئی خدام بھی نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن میں اپنی طرف سے آسان زبان میں آپ سب کو سمجھانے کی کوشش کروں گا۔

ہم احمدی مسلمان ہیں اور ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ خدا جو واحد لاشریک ہے۔ وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ واحد ہے اپنی ذات میں بھی اور اپنی صفات میں بھی۔ نہ اس کی ذات میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس کی صفات میں اس کا کوئی شریک ہے۔ وہ بے مثل و مانند ہے۔ وہ یکتا ہے اور اس جیسا اور کوئی نہیں۔ وہ اپنی ذات اور صفات میں منفرد ہے۔ کوئی دوسرا اس کا مثل اور اس جیسا نہیں ہے۔ وہ ہر قسم کے نقائص، کمزوریوں اور کوتاہیوں سے پاک ہے۔ کوئی نقص اور کمزوری اس کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی۔ اسے کبھی اونگھ نہیں آتی کیونکہ اونگھنا بھی ایک کمزوری ہے۔ مگر خدا تعالیٰ ہر کمزوری سے منزہ ہے۔ وہ ایک لمحہ کو یا ایک ادنیٰ حصہ کے لئے بھی اپنی مخلوق سے بے خبر نہیں ہوتا۔ اُسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ خالق ہے۔ دنیا کی ہر چیز اس نے پیدا کی ہے اس لئے وہ ہر چیز کا مالک ہے۔ وہ حی ہے اپنی ذات میں وہ زندہ ہے اور اس عالمین کی کوئی چیز اس کے سہارے کے بغیر زندہ نہیں۔ دنیا کی کوئی چیز بھی جب تک خدا تعالیٰ جو الحی ہے اُسے زندگی عطا نہ کرے زندہ نہیں ہو سکتی۔ اور نہ زندہ رہ سکتی ہے اور نہ اس کا وجود قائم رہ سکتا ہے۔ ہمارا خدا قیوم خدا ہے۔ کائنات کے ہر حصہ کے ساتھ اس کا ذاتی تعلق قائم ہے یعنی یہ کائنات اور اس کی ہر شے ہر آن اور ہر لحظہ اسی سے زندہ اور اسی کے سہارے قائم ہے۔ وہ البصیر ہے۔ وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ مگر انسانوں کی طرح نہیں دیکھتا میں اور آپ کا دیکھنا دو چیزوں کا محتاج ہے۔ ایک تو ہم اپنی آنکھوں کے محتاج ہیں جو خدا نے ہمیں دی ہیں۔ دوسرے بیرونی روشنی کے محتاج ہیں آنکھوں والے ہوتے ہوئے بھی اگر رات کے وقت مکان کی ساری کھڑکیاں اور دروازے بند کر لیں۔ کوئی درز باقی نہ رہے اور روشنی کی کوئی شعاع کمرے میں نہ آئے تو ہماری آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں۔ آنکھیں ہیں مگر دیکھ نہیں سکتیں لیکن خدا تعالیٰ دیکھتا ہے بایں ہمہ نہ ظاہری آنکھ کا وہ محتاج ہے اور نہ بیرونی روشنی کا۔ وہ اپنی ذات میں دیکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔

پھر شنوائی ہے۔ انسان اور دوسرے حیوانات بھی سنتے ہیں۔ مخلوق میں سے جو بھی سنتا ہے اسے ظاہری طور پر دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک کانوں کی ضرورت ہے اور دوسرے صوتی لہروں کی ضرورت ہے۔ اگر کان ہوں لیکن صوتی لہر نہ ہو یا کان تک نہ پہنچ سکے یا کان کو بند کر دیا جائے اور آواز اس کے اندر نہ جا سکے تو کان کسی آواز کو سُن نہیں سکے گا۔ کان ہیں لیکن جب ان کا تعلق صوتی لہر سے قطع کر دیا جائے تو وہ سُننا بند کر دیتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ نہ کان کا محتاج ہے نہ صوتی لہروں کا۔ وہ کسی مادی کان سے سنتا نہیں نہ ہی اسے سننے کے لئے صوتی لہروں کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک چیز کو جانتا ہے اس کے ظاہر کو بھی جانتا ہے اور اس کے باطن کو بھی جانتا ہے۔ دنیا کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ دنیا کی کسی چیز کا ظاہر اور باطن اس سے پوشیدہ نہیں مثلاً ہمارا اپنا جو جسم ہے یہ بھی ایک عالمین ہی ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسے بڑا عجیب کارخانہ بنا دیا ہے جسم میں پانی کا اپنا ایک نظام ہے۔ مٹھاس کا اپنا ایک نظام ہے ہزارہا مختلف نظام ہیں جو جسم کے اندر پائے جاتے ہیں پھر ان میں باہمی ربط کا نظام قائم ہے۔ ہم خود اپنے جسم کے غیر متناہی مولوؤں کا علم نہیں رکھتے۔ مگر خدا تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ خدا تعالیٰ ہر ایک چیز کو جانتا ہے ہر ایک چیز اس کے علم میں ہے اور وہ متصرف بالارادہ ہے جب چاہے اور جو چاہے کر دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انسان جب اپنی نالائقی کی وجہ سے بیمار ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اسے شفا حاصل ہو۔ تب خدا تعالیٰ کے دو حکم اس کے متعلق جاری ہوتے ہیں۔ اس کے جسم کے ذرات پر خدا تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوتا ہے کہ وہ کسی دوا کا اثر قبول نہ کریں۔ چنانچہ وہ کسی دوا کا اثر قبول نہیں کرتے دوسرے ہر دوا پر خدا کا حکم نازل ہوتا ہے کہ وہ شخص مذکور پر کوئی اثر نہ کرے۔ چنانچہ وہ دوا استعمال کرتا ہے لیکن دوا بے اثر ثابت ہوتی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ اس مریض کی دعاؤں کو سُن کر یا کسی اور نیک بندے کی اُس مریض کے حق میں دعا سنکر اسے شفا دینے کا فیصلہ کرتا ہے۔ تو دو نئے حکم نازل کرتا ہے۔ ایک انسانی جسم کے ذرات کو حکم ہوتا ہے کہ وہ دوا کے اثرات کو قبول کریں اور دوا کو حکم دیتا ہے کہ اس شخص کے جسم کے ذرات پر اپنا اثر کرے۔ تب وہ صحت یاب ہو جاتا ہے۔ اب وہی دوا جو مہینہ بھر اور بعض دفعہ دو مہینے یا دو سال تک اثر نہیں کر رہی ہوتی۔ دُعا کے نتیجہ میں وہ اثر انداز ہوتی ہے۔ اور انسان معجزانہ رنگ میں شفا پا جاتا ہے اور اس طرح خدا تعالیٰ کی آیات ظاہر ہوتی ہیں۔ پس نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے بلکہ وہ ہر چیز سے تعلق بھی

رکھتا ہے۔ اور اس کا تعلق تبدیل پیدا کرتا ہے زمانہ سے کیونکہ وہ متصرف بالارادہ ہستی ہے۔

یہ ہمارا خدا ہے جس پر ہم احمدی ایمان لاتے ہیں۔ ہمارا خدا ازلی ابدی خدا ہے۔ یہ ایک محاورہ ہے جسے ہمیں سمجھانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ زمانے کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہے۔ زمانہ تو اس نے پیدا کیا ہے زمانہ تو اس کے لئے اسی طرح ہے جس طرح مٹھی کے اندر کوئی چیز بند ہو۔ خدا تعالیٰ کی خدائی میں زمان و مکان گھرے ہوئے ہیں۔ جہاں زمانہ ختم ہو جاتا ہے وہاں خدا کی خدائی ختم نہیں ہوتی خدا تعالیٰ اپنے وجود، اپنی زندگی اور اپنی قیومیت کے لئے اور اپنی صفات کے اظہار کے لئے کسی زمانے کا محتاج نہیں ہے۔ اور نہ کسی مکان کا محتاج ہے۔ خدا کی ذات و صفات کے تعلق میں مختصراً اس وقت جو کچھ بیان کیا ہے وہ قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ ہستی باری تعالیٰ کے متعلق قرآنی تعلیم بہت وسیع اور گہری ہے اس کی گہرائیوں میں جانے کا اس وقت موقع نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں کئی جگہ اس مضمون پر روشنی ڈالی ہے۔ جسے سمجھنے کی ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیئے۔

پس یہ ہمارا خدا ہے جس کے اندر کوئی نقص اور برائی نہیں ہے۔ وہ تمام عیوب سے منزہ اور تمام صفات حسنہ سے متصف ہے۔ ہم اس خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ تمام صفات جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں۔ اور جو کم و بیش سو کے قریب ہیں ان کے علاوہ بھی فرمایا ہے لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ گویا اللہ تعالیٰ تمام اچھی صفات سے متصف ہے چنانچہ ہر سوچنے والے آدمی کے ذہن میں یہ بات آ سکتی ہے کہ ہماری دنیا سے باہر کوئی ایسی دنیا بھی ہو جہاں ہماری دنیا میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات جلوہ گر ہو رہی ہیں ان کے علاوہ یا ان کے سوا کوئی اور صفات بھی ظاہر ہو رہی ہوں تو یہ ممکن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور ان کے جلوے غیر محدود ہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے غیر محدود جلوے ظاہر ہوتے ہیں یہی نہیں بلکہ قرآن کریم نے فرمایا ہے :-

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

خدا تعالیٰ کی ہر صفت کا ہر نیا جلوہ پہلے سے مختلف ہوتا ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ پنڈال دے رہا ہے جہاں اس وقت ... ہزار آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن ایک دوسرے کی شکلیں مختلف ہیں حالانکہ ایک خدا نے سب کو پیدا کیا ہے جب سے آدم پیدا ہوئے اس وقت سے اب تک بے شمار انسان پیدا ہوئے لیکن کوئی دو آدمی اپنی شکل میں ایک جیسے نہیں۔ ویسے تو موٹر کاریں بنانے والے بعض دفعہ ایک ہی ماڈل کی ہزاروں لاکھوں کاریں بناد

ہیں۔ ایک ہی مشین میں سے اس کی باڈی نکالتے ہیں اس لئے شکل بالکل ایک جیسی ہوتی ہے۔ چنانچہ اسکی Monotony (یکسانیت) کو توڑنے کے لئے ان کے رنگ مختلف کر دیتے ہیں۔ لیکن خدا ایسا نہیں۔ خدا تعالیٰ کے کام عجیب شان اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس کی صفت کا ہر جلوہ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ کا مظہر ہوتا ہے۔

میں نے شاید پہلے بھی بتایا تھا اب پھر بتا دیتا ہوں۔ ہمارا ایک بڑا ذہین بچہ تھا اس کو میں نے یہی مسئلہ سمجھایا اور بتایا کہ قرآن کریم کی رُو سے اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کا ہر جلوہ ایک نئی شان کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ وہ ایٹم کے بارہ میں مزید ریسرچ کرنے کے لئے حکومت مغربی جرمنی کے وظیفے پر جرمنی گیا تو وہاں اس نے اپنے پروفیسروں سے کہا کہ وہ اس موضوع پر ریسرچ کرنا چاہتا ہے۔ کہ تابکاری کا اثر گیہوں پر اور قسم کا ہے۔ مکئی پر اور قسم کا ہے اور چاول پر اور قسم کا۔ اس کے پروفیسر اُسے کہنے لگے کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟ ہمارے دماغ میں تو کبھی یہ بات نہیں آئی۔ تمہارے دماغ میں کیسے آگئی۔ اس نے بعد میں مجھے بتایا کہ آپ نے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ کے بارہ میں بتایا تھا۔ اس کے مطابق میں نے اپنے پروفیسروں سے باتیں کیں۔ بڑی مشکل سے اس موضوع پر ریسرچ کرنے کے لئے اجازت ملی۔ اور جب ریسرچ کی تو یہی نتیجہ نکلا کہ اٹامک انرجی کا اثر گیہوں پر اور رنگ میں ظاہر ہوتا ہے اور مکئی پر اور رنگ میں ظاہر ہوتا ہے اور چاول پر اور رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی اس ریسرچ پر اس کے جرمن پروفیسر بڑے حیران ہوئے۔ یہ تو قرآن کریم کی تعلیم کی برکت تھی۔ میں تو ایک واسطہ بن گیا قرآن کریم کی تعلیم سکھانے کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔

غرض اللہ وہ کامل صفتوں کا مالک خدا ہے جس پر ہم احمدی ایمان لاتے ہیں اور کوئی چیز اس کے سامنے اَنْ ہونی نہیں۔ ایک دفعہ مجھے ایک دوست کا دعا کے لئے خط ملا جس میں اس نے اپنے کچھ حالات اس طرح بیان کئے ہوئے تھے کہ بظاہر یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ اس کا کام ہو جائے گا لیکن اس نے لکھا کہ دعا سے دل تسلی پکڑتا ہے اس لئے میں دعا کے لئے آپ کو لکھ رہا ہوں۔ میں نے اس کا خط پڑھا اور قریب تھا کہ میں یہ لکھ دیتا کہ بس خدا کی رضا پر راضی رہو اس وقت خدا تعالیٰ نے اپنے پیار سے مجھے جھنجوڑا اور مجھے یہ کہا کیا تم احمدیوں کو یہ سبق دینا چاہتے ہو کہ انسان کی زندگی میں کوئی ایسا موقع بھی آتا ہے جب خدا تعالیٰ بھی اس کی مدد نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں کانپ اٹھا کہ یہ میں کیا غلطی کرنے لگا تھا۔ اور میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔ خدا تعالیٰ سے مایوس نہیں ہونا چاہئے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ چنانچہ جس بات کی ہزار

میں سے ایک کی بھی امید نہ تھی دس پندرہ دن کے بعد اس کا خط آیا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میرا کام ہو گیا ہے۔

۱۹۷۴ء میں جماعت احمدیہ نے بڑی تکلیف کے دن گزارے۔ ساری جماعت کا درد مجھے بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ جماعت میں سے جس دوست کو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ تو اس کے لئے بڑے دکھ کا موجب ہوتی ہی ہے لیکن میں بھی اپنی جگہ بڑی پریشانی میں وقت گزارتا ہوں۔ چنانچہ ۱۹۷۴ء میں بھی بڑی پریشانی رہی۔ بڑی دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس وقت جو جو باتیں بتائی تھیں ان پر ابھی اڑھائی تین سال نہیں گزرے تھے کہ وہ باتیں پوری ہو گئیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

اسلام نے ہمیں یہ تعلیم بھی دی ہے کہ خدا تعالیٰ وہ ہستی ہے جس نے ہمیں وہ تمام طاقتیں اور استعدادیں دے دی ہیں جن کو ہم صحیح طریق پر استعمال میں لا کر خدا کا قرب اور اس کا پیار حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ط

(الجاثیہ: ۱۴)

یہ سارا عالمین جس کے کناروں تک انسان کی سوچ بھی نہیں پہنچ سکتیں اس میں ہر چیز کو انسان کی خدمت پر لگایا ہے۔ تا کہ وہ اپنی خداداد صلاحیتوں سے کما حقہٗ فائدہ اٹھاتے ہوئے خدا کی رضا کو حاصل کرے اور اس کا مقرب بندہ بن سکے۔

پس خدا تعالیٰ بڑا احسان کرنے والا ہے، وہ ہمارا بڑا پیارا رب ہے۔ اس کا پیار حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت ضروری ہے۔ اس کے بغیر انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کا پیار پیدا نہیں ہوتا۔ غرض الٰہی صفات کی معرفت کے ساتھ وابستہ ہے اس کی محبت اور یہ خوف کہ خدا اتنی عظیم ہستی ہے جس نے اپنے پیار کو ہم پر ظاہر فرمایا۔ وہ کہیں ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔ جب انسان کے اندر یہ احساس اور محبت پیدا ہو جاتی ہے تو پھر یہ محبت ذاتی بن جاتی ہے۔ محبت ذاتی شروع ہوتی ہے اس بات کے احساس سے کہ خدا تعالیٰ بہت احسان کرتا ہے اور انتہا ہوتی ہے اس معرفت پر کہ خدا تعالیٰ حسن و احسان میں یکتا ہے۔ خدا کی محبت میں انسان ہر دوسری چیز کو بھول جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا اپنا وجود بھی گم ہو جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر انسان خدا تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت ذاتی کیا ہے؟ اس کے متعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس پڑھتا ہوں۔ اسلام اور قرآن کریم کی جو شریعت ہمیں ملی ہے اس پر عمل کرنے کے

نتیجہ میں ہمیں کیا کچھ ملتا ہے؟ اس ضمن میں آپ فرماتے ہیں :-

"از انجملہ ایک مقام محبت ذاتی کا ہے جس پر قرآن شریف کے کامل متبعین کو قائم کیا جاتا ہے اور ان کے رگ و ریشہ میں اس قدر محبت الٰہیہ تاثیر کر جاتی ہے کہ ان کے وجود کی حقیقت بلکہ ان کی جان ہو جاتی ہے۔ اور محبوب حقیقی سے ایک عجیب طرح کا پیار ان کے دلوں میں جوش مارتا ہے اور ایک خارق عادت اُنس اور شوق ان کے قلوب صافیہ پر مستولی ہو جاتا ہے کہ جو غیر سے بکلّی منقطع .... کر دیتا ہے اور آتش عشق الٰہی ایسی افروختہ ہوتی ہے کہ جو ہم صحبت لوگوں کو اوقات خاصہ میں بدیہی طور پر مشہود اور محسوس ہوتی ہے بلکہ اگر محبان صادق اس جوش محبت کو کسی حیلہ اور تدبیر سے پوشیدہ رکھنا بھی چاہیں تو یہ ان کے لئے غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ جیسے عشاق مجازی کے لئے بھی یہ بات غیر ممکن ہے کہ وہ اپنے محبوب کی محبت کو جس کے دیکھنے کے لئے دن رات مرتے ہیں اپنے رفیقوں اور ہم صحبتوں سے چھپائے رکھیں بلکہ وہ عشق جو ان کے کلام اور ان کی صورت اور اُن کی آنکھ اور ان کی وضع اور ان کی فطرت میں گھس گیا ہے اور ان کے بال بال سے مترشح ہو رہا ہے۔ وہ ان کے چھپانے سے ہرگز چھپ ہی نہیں سکتا۔ اور ہزار چھپائیں کوئی نہ کوئی نشان اس کا نمودار ہو جاتا ہے اور سب سے بزرگ تر ان کے صدق قدم کا نشان یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب حقیقی کو ہر یک چیز پر اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اگر آلام اُس کی طرف سے پہنچیں تو محبت ذاتی کے غلبہ سے برنگ انعام ان کو مشاہدہ کرتے ہیں اور عذاب کو شربت عذب کی طرح سمجھتے ہیں کسی تلوار کی تیز دھار ان میں ان کے محبوب میں جدائی نہیں ڈال سکتی اور کوئی بلیّۂ عظمیٰ ان کو اپنے اس پیارے کی یاد داشت سے روک نہیں سکتی۔ اسی کو اپنی جان سمجھتے ہیں اور اسی کی محبت میں لذات

پلتے اور اسی کی ہستی کو ہستی خیال
کرتے ہیں اور اسی کے ذکر کو اپنی زندگی
کا ماحصل قرار دیتے ہیں۔ اگر چاہتے
ہیں تو اسی کو اگر آرام پاتے ہیں تو
اسی سے۔ تمام عالم میں کو رکھتے ہیں
اور اسی کے ہو کر رہتے ہیں۔ اُسی کے
لئے جیتے ہیں اسی کے لئے مرتے ہیں
عالم میں رہ کر پھر بے عالم ہیں اور
باخود ہو کر پھر بے خود ہیں۔ نہ عزّت
سے کام رکھتے ہیں نہ نام سے نہ اپنی
جان سے نہ اپنے آرام سے بلکہ سب
کچھ ایک کے لئے کھو بیٹھتے ہیں اور
ایک کے پانے کے لئے سب کچھ دے
ڈالتے ہیں۔ لا یدرک آتش سے
جلتے جاتے ہیں۔ اور کچھ بیان نہیں
کرسکتے کہ کیوں جلتے ہیں اور تفہیم اور
تفہم سے صُمٌّ بُکْمٌ ہوتے ہیں
اور ہر ایک مصیبت اور ہر ایک رسوائی
کے سہنے کو تیار رہتے ہیں اور اس
سے لذّت پاتے ہیں۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۵۲۹، ۵۳۰ حاشیہ در حاشیہ ۳)
(بحوالہ روحانی خزائن صفحہ جلد اوّل)

ایک مسلمان جو قرآنی تعلیم پر عمل کرتا ہے اور
اس کو سمجھ کر اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو کر الٰہی
محبت حاصل کرتا ہے اس کے دل میں اس حد تک
اللہ تعالیٰ کی ذاتی محبت پیدا ہوتی ہے جس کا اس
حوالے میں ذکر کیا گیا ہے۔

خدا تعالیٰ نے اپنی ایک یہ صفت اور
عادت بھی بیان فرمائی ہے کہ جب وہ اپنے کسی
بندے سے پیار کرتا ہے تو اس پیار کا اظہار بھی
کرتا ہے۔ اس لئے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے ہمیں
قرآن کریم کی سمجھ عطا فرمائی۔ اور محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سمجھنے کی توفیق
بخشی ہے۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ
خدا تعالیٰ کے پیار کی آواز اور اس کا اظہار
جو مختلف طریقوں سے ہوتا ہے اس کا دروازہ اللہ
تعالیٰ کے فضل اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی قوّتِ قدسیہ کے نتیجہ میں قیامت تک کھلا ہے
یہ ہمارا ایمان ہے میں اپنے ایمان کے متعلق باتیں
کر رہا ہوں۔ یہ احمدیوں کا ایمان ہے کہ یہ دروازہ
کبھی بند نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے میں نے کئی جگہ
احمدیوں سے پوچھا کہ بتاؤ تم نے سچی خوابیں دیکھیں
تو مجھے کوئی ایسا احمدی نہیں ملا یا احمدیوں کا کوئی
ایسا گھرانہ نہیں پایا جس نے کسی نہ کسی رنگ میں
خدا تعالیٰ کی محبت کو حاصل نہ کیا ہو اور اسی کے
پیار کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔

پس یہ ہے ہمارا خدا جو اپنی ذات میں
اکیلا ہے جس نے نہ کسی کو جنا اور نہ وہ کسی کی اولاد
ہے اور کوئی اس کا کفو نہیں۔ وہ حی ہے۔ وہ
قیوم ہے۔ نہ اُسے اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔

وہ بصیر ہے۔ وہ سمیع ہے۔ وہ علیم ہے۔ وہ خبیر ہے وہ قدوس ہے۔ وہ عزیز ہے۔ وہ خالق ہے وہ مالک ہے۔ وہ حاکم ہے۔ اس معنی میں کہ الحکم للہ اس دنیا میں حکم اسی کا چلتا ہے۔ وہ متصرف بالارادہ ہے۔ یہودیوں کے بعض فرقے کہتے ہیں خدا نے دنیا کو پیدا کیا اور علیحدہ ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ کہتے ہیں خدا ایک عظیم ہستی ہے اور انسان ایک عاجز بندہ۔ پھر اس کے ساتھ تعلق کیونکر ہے ہمارا خدا ایسا خدا نہیں ہے۔ تعلق کیوں رکھے کا سوال تو شاید ٹھیک ہو سکتا ہے لیکن اس نے جواب دیا اور کہا ہے کہ میں تعلق رکھتا ہوں۔ یہ اس کی شان ہے اس لئے جیسا کہ یہودیوں کے بعض فرقے ہیں وہ Impersonal God یعنی مخلوق سے لاتعلق خدا نہیں ہے بلکہ personal God یعنی مخلوق سے ذاتی تعلق رکھنے والا پیارا خدا ہے مثلاً جب مجھے کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا کوئی ضرورت آپڑتی ہے۔ تو ہم جانتے ہیں کہ ہمارے لئے صرف ایک ہی در کھلا ہے اور وہ ہمارے پیارے ربّ کریم کا در ہے۔ پس ہمیں کسی اور کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں ہے ہم ہر آن اس خدا کے حضور جھکتے ہیں جو بڑی شان کا مالک ہے۔ تمام صفاتِ حسنہ سے متصف ہے۔ ہر قسم کے عیوب اور کمزوریوں سے مبرا اور ہر قسم کے شرک سے منزّہ ہے۔ خدا بولتا ہے۔ دعاؤں کو سنتا ہے اور جب پیار کرنے پر آتا ہے تو اپنے پیارے بندوں کے لئے ایک دنیا کو ہلا کر رکھ دیتا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے سوے خدا یہ تو ٹھیک ہے کہ تو نے یہ کہا ہے کہ جو تیرا ہو جائے ہر دو جہان اس کے ہو جاتے ہیں لیکن جہاں تک ہمارے دل کی کیفیت کا سوال ہے وہ تو یہ ہے کہ جب تو مل جائے اس نے ہر دو جہان کو لے کر کیا کرنا ہے۔ جب تیرا پیار مل گیا تو گویا سب کچھ مل گیا۔

پس ہمارا پہلا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ ہم خدائے واحد و یگانہ کے پرستار ہیں۔ ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ ہم اس کے عبد ہیں اور عبودیت کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عبودیت کا ایک تقاضا یہ ہے کہ قرآن کریم نے ہمیں کہا ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننے کی کوشش کریں۔ اور چونکہ یہ ایک ایسا فقرہ تھا جسے سمجھنا مشکل تھا اس لئے ہمیں یہ بتایا گیا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدا تعالےٰ کی صفات کے مظہر اتم ہیں۔

اور یہ ہمارا دوسرا بنیادی عقیدہ ہے ہم دل سے یقین کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدا کے نہایت ہی پیارے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ آپؐ افضل الرسل ہیں ہمارا اس بات پر بھی پختہ یقین ہے کہ آپ کے متعلق یہ جو کہا گیا ہے۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ

یہ بالکل درست اور صحیح ہے کیونکہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود منصوبۂ باری تعالیٰ میں نہ ہوتا تو اس کائنات کو بھی پیدا نہ کیا جاتا۔ ہم اس بات پر بھی پختہ یقین رکھتے ہیں کہ آدم سے لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک جتنے انبیاء، صلحاء، اولیاء، قطب اور بزرگ گزرے ہیں۔ سب نے آپ سے فیض لیا ہے لیکن آپ پر کسی کا احسان نہیں ہے ہر ایک کا ہاتھ آپ کے سامنے بڑھا اور آپ نے اس ہاتھ پر کچھ رکھا۔ لیکن آپ کا ہاتھ کسی کے سامنے نہیں بڑھا اور کسی اور سے کچھ وصول نہیں کیا۔

جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تخلیق کائنات کا اصل سبب ہیں علاوہ ازیں ایک حدیث نبوی ہے جو حدیث کی مشہور کتاب "مسند احمد بن حنبلؒ" میں درج ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ ایک فقہی مسلک کے بانی ہیں جسے حنبلی فقہ کہا جاتا ہے آپ بڑے پایہ کے بزرگ ہیں۔ آپ نے اپنی مسند میں یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس وقت خاتم الانبیاء تھا کہ ابھی آدم کا وجود بھی دنیا میں نہیں تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار یا کچھ زیادہ جتنے بھی انبیاء گزرے ہیں۔ جو آدم کی نسل میں پیدا ہوئے وہ سارے کے سارے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاتم الانبیاء کے مقام پر فائز ہونے کے بعد آئے۔ یہ نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعثت کے وقت خاتم الانبیاء بنائے گئے تھے۔ اور آپ سے پہلے جو نبی تھے وہ تو گزر گئے۔ اور ان کا آپ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آدم سے پہلے اور ایک لاکھ بیس ہزار انبیاء سے بھی پہلے خاتم الانبیاء تھے۔ یہ کوئی فلسفیانہ بحث نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ یہ کوئی تھیوری نہیں ہے جو آئندہ کے لئے پیش کی جاتی ہے یا کوئی Invention (ایجاد) نہیں ہے کہ جس میں تبدیلی ممکن ہو۔ مثلاً موٹروں، ہوائی جہازوں، مشینوں اور دواؤں کے اندر ترمیم اور تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ یہ اس قسم کی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت کائنات ہے جس طرح خدا تعالیٰ کی وحدانیت بنیاد ہے اس کائنات کی۔ اسی طرح یہ بھی آدم کے ساتھ تعلق رکھنے والی جو دنیا ہے اس کی بنیادی حقیقت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کا خاتم الانبیاء ہونا ہے۔

حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل ہوا۔ یہ ایک کامل اور مکمل کتاب ہے۔ اس میں وہ تمام صداقتیں پائی جاتی ہیں۔ جو پہلی شریعتوں کے اندر موجود ہیں تو کیا کوئی آدمی یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کو پہلی شرائع کا محتاج بنایا ہے؟ یعنی کچھ تورات سے لے لیا اور کچھ لے لیا کسی اور شریعت سے۔ گویا جتنی شریعتیں آچکی ہیں ان میں سے تھوڑا تھوڑا لے کر قرآن کریم

بنا لیا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اور نہ ہی فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ کے یہ معنے ہیں۔ چونکہ زمانہ کے لحاظ سے قرآن کریم کا نزول پیچھے ہوا۔ اس لئے انسانی عقل یا یوں کہوں گا سارے انسانوں کی عقل اس حقیقت تک نہیں پہنچی تھی اس لئے کہا گیا فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ۔ خود قرآن کریم نے اس کے کچھ اور معنے کئے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ اس نے ماقبل شرائع سے لے کر اپنے اندر یہ صداقتیں نہیں رکھیں بلکہ ان شرائع کے اندر قرآن کریم سے لے لے کر صداقتیں رکھی گئی تھیں چنانچہ اسی حقیقت کی طرف سورۃ آل عمران کی ۲۴ ویں آیت اشارہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ

پھر اسی آیت میں آتا ہے کہ جب ان کو اسی الکتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ اعراض کرتے ہیں۔ یہودیوں کی اپنی کتاب یعنی موسوی شریعت میں قرآن کریم کی صداقتوں کا ایک حصہ رکھا گیا اور اس پر وہ فخر کرنے لگ گئے لیکن جس کامل کتاب کا وہ حصہ تھا جب اس کی طرف ان کو بلایا جاتا ہے تو وہ اعراض کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تو بڑی نامعقول بات ہے کہ جو چھوٹا سا حصہ قرآن کریم کا تھا اس پر وہ (یہود) ناز کرنے لگ گئے اور جب کامل اور مکمل قرآن ان کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا یہ کہتے ہوئے کہ انہیں اس کی ضرورت نہیں۔ اگر اس کامل کتاب کی انہیں ضرورت نہیں تو اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ کی رُو سے انہیں اس کا جو حصہ ملا اس کی بھی پھر انہیں ضرورت نہیں رہتی۔

پس اگرچہ عام انسانوں کو سمجھانے کے لئے قرآن کریم کے اس قسم کے محاورے استعمال کئے ہیں لیکن اصل حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے جو باتیں بیان کرنی چاہئے تھیں وہ خود قرآن کریم کے اندر موجود ہیں۔ قرآن کریم اپنی تفسیر اور اپنی عظمت اور شان کے اظہار کے لئے کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ خود اپنی تفسیر کرتا ہے۔ اور اپنی عظمت اور شان کو ظاہر کرتا ہے چنانچہ جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعلق فرمایا۔ فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ۔ دوسری طرف فرمایا۔ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ۔ یعنی اہل کتاب کی کتبِ مقدسہ میں قرآن کریم کا بھی ایک حصہ موجود ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کی تشریح میں بہت مثالیں دی ہیں۔ ایک مثال آپ نے یہ دی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قرآن کریم کی تعلیم کا یہ حصہ دیا گیا۔ جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے وقت یہود کی حالت بڑی کمزور تھی وہ بزدل ہو گئے تھے ان کی گردنیں جھکی رہتی تھیں اس لئے ان کو ابھارنے کا سوال تھا چنانچہ ان کو

یہ حکم دیا کہ جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا تاہم یہ ایک عارضی نظام تھا۔ مستقل نظام تو قرآنی شریعت نے بنی نوع انسان کو دیا ہے۔ پھر جب یہود کی حالت بدل گئی تو وہ بڑے Aggressive بن گئے یعنی ہر وقت آمادۂ پیکار بن کر دوسری انتہاء پر چلے گئے تو اس وقت حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت ہوئی۔ آپ نے قرآنی تعلیم کے دوسرے حصے یعنی فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ پر زور دیا جس کا عملی نمونہ ایک گال پر تھپڑ کھا کر دوسرا بھی آگے کر دینے کی صورت میں ظاہر ہوا۔ گویا یہ تعلیم بھی بگڑ گئی اور عیسائیت دوسری انتہاء پر چلی گئی۔ ان دونوں کو ملا دیں تو وہ بہرحال قرآن کریم کی صداقت بن جاتی ہے۔

پس ہمارا یہ ایمان ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آدم کی پیدائش سے بھی پہلے خاتم الانبیاء تھے۔ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ تمام انبیاء اور صلحاء اور اولیاء اور بزرگ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزرے ہیں انہوں نے تمام روحانی برکات آپ ہی کے طفیل حاصل کی ہیں بالواسطہ حاصل کیں۔ یعنی یہودیوں نے جو تورات پر ایمان لائے اور ان میں سے جس حصے نے خدا تعالےٰ کے پیار کو حاصل کیا وہ بواسطہ موسیٰ حاصل کیا لیکن قرآن کریم کی تعلیم کے ایک حصے سے برکت حاصل کی۔ اور جو عیسائیت پر بعثت نبویؐ تک کا زمانہ گزرا اس میں خدا سے پیار کرنے والے بہت سے بزرگ پیدا ہوئے انہوں نے خدا کے پیار کو حاصل کیا اس کی رحمتوں کا نزول ہوا جتنا بھی ہوا۔ وہ بہرحال قرآن کریم کے ایک حصے کی برکت سے ہوا۔ گویا یہ برکت بواسطہ مسیحؑ ملی۔ لیکن دراصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملی۔ یہ ہے حقیقت ہمارے نزدیک ہمارے آدم کے سلسلہ انبیاء کی!۔

پس ہمارا پہلا ایمان ہے خدائے واحد و یگانہ پر جو صفاتِ حسنہ سے متصف ہے جس کے اسماء الحسنیٰ ہیں۔ جس میں کوئی بُرائی اور کمی اور نقص اور عیب نہیں پایا جاتا۔ وہ ازل سے ہے اور ابد تک ہے۔ اس نے کائنات پیدا کی جو بہت وسیع ہے جس میں خدا تعالےٰ کی عظیم شان نظر آتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے یہ اعلان کیا:

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ ۟الْكَوَاكِبِ۔
(الصّٰفّٰت : ۷)

بعض دفعہ کوئی آدمی شیطان کا چیلہ بن کر استکبار کرتا ہے لیکن اس کی حیثیت یہ ہے کہ وہ پہلے آسمان کے ستاروں کی کنہ تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس وقت تک بڑی sophisticated دوربینیں ایجاد ہو چکی ہیں۔ لیکن ان کے ذریعہ بھی انسان ستاروں کے کناروں کو معلوم نہیں کر سکا۔ اس قسم کی ریسرچ کرنے والوں کے نزدیک ابھی تو انہوں نے کناروں کو

صرف کریدا ہے۔ پنجابی میں اسے کہتے ہیں تھوڑا سا "پھوریا" ہے۔ قرآن کریم نے سات آسمانوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے پہلے آسمان کے ستاروں کے متعلق انسانی معلومات کا یہ حال ہے کہ ابھی تو انسان نے اسے صرف "پھوریا" ہے۔ اور فخر کرنے لگ گیا ہے ابھی تو اس کے پرے چھ اور آسمان باقی ہیں۔ پھر ہم اس خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ جو اپنے پیارے بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اس کے پیارے بندے اس کی راہ میں جان دینے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

اسی طرح ہم اس بات پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا کے محسن اعظم ہیں۔ آپ انسانیت کے محسن ہیں اس لئے کہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے آپ نے آدمؑ پر بھی احسان کیا۔ قرآن کریم کی شریعت میں سے تمدن کا ایک حصہ ان کو دیا گیا۔ پھر اس سلسلہ میں حضرت نوح علیہ السلام آ گئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آ گئے علیٰ ہذا القیاس۔ ایک لاکھ بیس ہزار یا چوبیس ہزار انبیاء گزرے ہیں اور ان میں پتہ نہیں کتنے نبی ایسے بھی تھے جن پر شریعتیں نازل ہوئیں۔ مگر ان میں سے اکثر شریعتوں کو خدا کی حکمت کاملہ کے ماتحت یاد رکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی کیونکہ جس انسان کامل کے لئے خدا نے دنیا پیدا کی تھی وہ مبعوث ہو گیا۔ قرآن کریم انسان کے ہاتھ میں دے دیا گیا۔ یہ بڑی عجیب کتاب ہے علوم سے بھری ہوئی اور برکات سے معمور۔

غرض ہمارا یہ ایمان اور پختہ عقیدہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم افضل الرسل ہیں۔ آپؐ سب سے بڑے رسول ہیں۔ خدا تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا پیار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے اتنا پیار کسی اور نبی اور انسان سے نہیں کیا۔ آپ فخر رسل ہیں۔ آدم سے لے کر سب انبیاء کے بھی آپؐ محسن ہیں۔ آپؐ کا وجود آدم سے لیکر قیامت تک کے ہر انسان کے لئے مجسم احسان ہے آج یورپ بھی آپؐ کے حسن و احسان کا محتاج ہے اہل یورپ کے دل میں آہستہ آہستہ یہ احساس پیدا ہو رہا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے مستفیض ہو کر لوگ آئیں اور ان کے مسائل حل کریں۔ اور انشاء اللہ العزیز احباب جماعت وہاں جائیں گے۔ اپنی روحانی قوتوں کے ساتھ اور ان کے مسائل کو بھی حل کریں گے۔

پس ہم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظمت شان پر پختہ ایمان رکھتے ہیں اور ہم دل سے یہ یقین رکھتے ہیں کہ

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ
فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

یہ ایک صداقت اور حقیقت ہے کہ جس نے خدا کا پیار حاصل کرنا ہو اسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنی پڑے گی۔ آپؐ کو چھوڑ کر کوئی بلند

روحانی رتبہ تو کیا کوئی شخص خدا کا عام پیار بھی حاصل نہیں کر سکتا - آپ خدا تعالیٰ کے اتنے پیارے اور محبوب ہیں کہ آپ کے مقابلے پر کھڑے ہونے کی کوئی جرأت نہیں کر سکتا - سوائے شیطان لعین کے -

پھر قرآن کریم پر بھی ہم ایمان رکھتے ہیں - اس کی صداقت کے متعلق کچھ باتیں میں نے بیان کر دی ہیں - یہ مضمون بہت وسیع ہے - میں نے اسے مختصر کرنے کی کوشش کی ہے - قرآن کریم اتنی عظیم کتاب ہے کہ اس میں انسان کی تمام ضروریات کا حل موجود ہے علمی لحاظ سے بھی اور عمل کر کے فائدہ اٹھانے کے لحاظ سے بھی - قرآن کریم کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا جو فیضان جاری کیا ہے - اس کے نتیجہ میں انسان خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کر لیتا ہے - پھر دنیوی لحاظ سے میں نے خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے دنیا کے چوٹی کے دانشوروں میں سے بعض کے ساتھ باتیں کی ہیں - اور ہر ایک کو اس بات کا قائل کیا ہے کہ تمہارے علم کے متعلق بھی قرآن کریم ہمیں بنیادی حقیقت بتاتا ہے جسے بعض دفعہ تم خود بھول جاتے ہو - مثلاً کیمسٹری (کیمیا) کا علم ہے - میں اس مضمون کا گریجوایٹ نہیں نہ میں نے سکول میں کیمسٹری پڑھی ہے اور نہ کالج میں - لیکن ابھی پچھلے دنوں ایک احمدی طالب علم سے میری ملاقات ہوئی جو کیمسٹری میں پی - ایچ - ڈی کر رہا ہے اس کو میں نے کیمیا کے متعلق بتانا شروع کیا - اور جب یہ کہا کہ میں نے کیمیا کے متعلق قرآن کریم سے سیکھا ہے تو وہ حیران ہو کر میرا منہ دیکھنے لگا - کیونکہ وہ حقیقت جو مختلف علوم کے اساتذہ کو معلوم نہیں وہ قرآن کریم ہمیں سکھاتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے - کہ قرآن کریم بڑی عظیم کتاب ہے - اور بڑی برکتوں والی کتاب ہے - احباب جماعت کو چاہیئے کہ وہ اس پر غور کیا کریں - اور دعائیں کیا کریں کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے ہمیں دنیا کا ہادی بنانا چاہتا ہے تو ہمارے لئے یہ ازبس ضروری ہے کہ ہم ہمیشہ دعا کرتے رہیں - کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں قرآن کریم کی ہدایت اور روشنی اور نور بھی عطا فرمائے - اس کے بغیر تو جماعت احمدیہ دنیا کو ہدایت نہیں دے سکتی -

پس جیسا کہ میں نے بتایا ہے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم ایک کامل اور مکمل کتاب ہے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اس کی کوئی آیت یا آیت کا کوئی ٹکڑا منسوخ نہیں ہو سکتا - ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اس کا کوئی لفظ منسوخ نہیں ہو سکتا - ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اس کے کسی لفظ کا کوئی حرف منسوخ نہیں ہو سکتا - ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کی کوئی زیر، زبر اور پیش بدلی نہیں جا سکتی اور قرآن کریم کی تعلیم میں کسی قسم کا تغیر اور تبدل نہیں کیا جا سکتا - بعض نادان لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں

چودہ سو سال پہلے کی کتاب ہے آج کے مسائل کو
کیسے حل کرے گی۔ خود میرے سامنے ہر قسم کے لوگ
بات کرتے ہیں۔ چودہ سو سال پہلے نازل ہونے والی
کتاب آج کے زمانہ کے مسائل کو بھلا کیسے حل کر سکتی
ہے۔ میں ایسے لوگوں سے کہا کرتا ہوں کہ چودہ سو
سال پہلے جس خدا نے اس کتاب کو نازل کیا تھا
وہ آج کے مسائل بھی جانتا تھا۔ اس لئے یہ
آج کے مسائل کو حل کر سکتی ہے۔ اور کیسے حل کرے گی
یہ تو ایک فلسفہ ہے۔ رہی حقیقت تو تم کوئی مسئلہ
پیش کرو میں اسے قرآن کریم سے حل کر کے بتا دیتا
ہوں۔ کیونکہ اس کے اندر علوم کے عظیم دریا بہہ رہے ہیں

پس یہ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کریم بڑی
عظمتوں والی کتاب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ
السلام فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں سات سو کے
قریب احکام پائے جاتے ہیں۔ اور ان میں سے
ہر ایک تمہارے ساتھ بحث کرے گا مرنے کے بعد
کہ تم نے مجھ پر عمل کیا تھا یا نہیں۔ گویا ہم سارے
قرآن کریم پر عمل کرنا ضروری سمجھتے ہیں یہ نہیں کہتے
کہ جی شراب تو گرم ملکوں کے لئے حرام ہوئی تھی
ہم ٹھنڈے ملکوں کے رہنے والے پی لیا کریں گے
وہ خدا جس نے زمین کو پیدا کیا ہے۔ کیا وہ
ٹھنڈے اور گرم علاقوں سے واقفیت نہیں
رکھتا تھا؟ جو تم اُسے آج بتا رہے ہو۔ غرض
قرآن کریم کا ہر حکم قابل عمل ہے۔ اس لئے میں
یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی جماعت کی بیبیوں
کو بھی سمجھائیں کہ وہ پردہ کیا کریں۔ قرآن کریم نے پردہ کا
حکم دیا ہے۔ انہیں ہر حال پردہ کرنا ہو گا یا وہ جماعت
کو چھوڑ دیں۔ کیونکہ ہماری جماعت کا یہ موقف ہے
کہ قرآن کریم کے کسی حکم سے تمسخر نہیں کرنے دیا جائے گا
نہ زبان سے اور نہ عمل سے۔ اسی پر دنیا کی ہدایت
اور حفاظت کا انحصار ہے اسی میں دنیا کی بھلائی
کا راز مضمر ہے۔ اور اسی پر ہماری ترقی اور خدا
تعالیٰ کے پیار کے حصول کا دارومدار ہے۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی
بعثت کے شروع کے زمانہ میں آپؐ کے ماننے
والوں کو بڑا دکھ دیا گیا۔ اس دکھ اور درد کی ایک
لمبی داستان ہے۔ اس کو تو میں اس وقت دہرا
نہیں سکتا۔ میں صرف ایک مثال لیتا ہوں۔ اور
وہ اس شخص کے بارہ میں ہے جو عربی النسل نہیں
تھا ہماری طرح ایک عجمی تھا اور وہ تھا مکہ
کے ایک رئیس امیہ کا غلام۔ بلال رضی اللہ عنہ۔
اللہ تعالیٰ نے اس حبشی کے دل میں اپنا نور
بھر دیا تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
سے پیار پیدا کر دیا تھا۔ چنانچہ آپؐ کی صحبت
میں اُسے خدا تعالیٰ سے اس قدر محبت اور پیار
پیدا ہو گیا تھا کہ غلامی کی حالت میں جب اس کا مالک
اسے مکہ کے تپتے ہوئے صحرا میں لے جاتا اور جلتی
زمین پر ننگا کر کے لٹا دیتا اور سینے پر پتھر
اس کے سینے پر رکھتا اور اس سے کہتا خدا کے
وحدانیت کا انکار کر اور لات و عزیٰ کی

پرستش کرو۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کفر کرو۔ آپؐ کا انکار کرو تو اس کے حلق سے اس حالت میں بھی جو آواز نکلتی تھی وہ یہ تھی "احد احد"۔ خدا واحد و یگانہ ہے۔ خدا واحد و یگانہ ہے۔ ہر احمدی میں یہی روحِ بلالی پیدا ہونی چاہیئے۔ اگر دنیا کی ساری طاقتیں ہمارے حقوق کو غصب کر کے (یہ بھی ننگا کر دینے کے مترادف ہے) اور انسانی اقدار کو پسِ پشت ڈال کر اپنے غضب کی تپتی ہوئی ریت پر ہمیں لٹا کر اور تعصّب کے سارے پہاڑ ہمارے سینوں پر رکھدیں اور کہیں کہ خدائے واحد و یگانہ کا انکار کرو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر کرو تو ہماری روح کی آواز یہی ہوگی۔ احد۔ احد۔ اللہ اکبر۔ خاتم الانبیاء زندہ باد۔ پس دنیا کی کوئی طاقت ہم سے ہمارا ایمان نہیں چھین سکتی انشاء اللہ تعالےٰ۔ میرا یہ پیغام لے کر آپ یہاں سے واپس جائیں۔ اور ہر ایک احمدی کو یہ بتائیں کہ وہ اپنے اندر روحِ بلالی پیدا کرے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔

اب میں دعا کے ساتھ خدام الاحمدیہ کے اجتماع کا اختتام کرونگا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو اپنا مقام پہچاننے کی توفیق عطا کرے اور خدا اور خدا کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر پختہ پختہ ایمان ہے اس پر وفا کے ساتھ ثبات قدم عطا کرے اور پختہ عزم بخشے۔ اور ہمارا تعلق محبت جو اپنے رب سے ہے اس کو مضبوط سے مضبوط کرتا چلا جائے اور خدا تعالےٰ کے پیار کو ہم سب حاصل کرنے والے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مستانہ وار اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں۔ خدا تعالےٰ آپ کے سفر و حضر میں آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ آپ کے تعلق داروں، ہمسایوں اور علاقے پر بھی فضل نازل فرمائے۔ اور اس دنیا کو انسان کے ہاتھ کے پیدا کردہ شر سے محفوظ رکھے۔ اور وہ ہدایت جو قرآنی تعلیم کی شکل میں بنی نوعِ انسان کی طرف آئی لوگ اُسے سمجھنے لگیں اور انہیں خدا تعالےٰ کی توحیدِ حقیقی کے سمجھنے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جانے کی توفیق عطا ہو۔ اللّٰھم آمین۔

آؤ اب ہم دُعا کرتے ہیں:۔

مُطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ماہ دسمبر میں خدام کے مطالعہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "آسمانی فیصلہ" مقرر ہے۔ خدام اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ مجالس حسبِ ضرورت یہ کتاب جلد مرکز سے منگوا لیں۔

(مہتمم تعلیم)

——— ⁂ ———

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا

سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۱۹۷۸ء سے

خطاب

آئندہ سالانہ اجتماع میں مجالس کی نمائندگی صد فیصد ہونی چاہیئے

غلبۂ اسلام کی صدی کے استقبال کیلئے اطفال الاحمدیہ کی تعلیم و تربیت کیطرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے

ہمارا فرض ہے کہ اُن رُوحانی خزانوں کو حاصل کریں جو حضرت مہدی علیہ السلام نے تقسیم کیے۔

مجالس کو وقف جدید (دفتر اطفال) کا ایک لاکھ کا ٹارگٹ جلسہ سالانہ سے قبل پورا کرنا چاہیئے

سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۱۹۷۸ء سے صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ایم۔اے نے ۲۲ اکتوبر (اختتام) کو جو خطاب فرمایا اس کا متن درج ذیل ہے۔

تشہد و تعوذ کے بعد آپ نے فرمایا۔

سب سے پہلے تو میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنے فضل اور احسان سے ایک لمبے عرصہ کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ اپنی سابقہ روایات کے مطابق مرکز سلسلہ میں جمع ہو کر حضور کے زیر سایہ اپنا سالانہ اجتماع منعقد کریں۔ یہ اجتماع کئی لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل اور بڑا مبارک ہے اس اجتماع سے قبل جو اجتماع ہوتے ہیں ان میں نمائندگی مجالس ابتک زیادہ سے زیادہ ۴۰٪ رہی ہے۔ اس اجتماع میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ۶۵۳ مجالس کے نمائندگان شامل ہوئے ہیں۔ اسی طرح خدام کی

تعداد میں بھی خاصا اضافہ ہوا ہے۔ پھر میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں آپ بھی اس کا شکر ادا کریں۔ شکر کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کے افضال نازل ہوتے ہیں۔ یہ دعا بھی کریں کہ اجتماع میں شمولیت کا جو احساس اور شوق خدام کے دل میں پیدا ہوا ہے یہ احساس مزید پروان چڑھے۔ یہ شوق اور بڑھے اور خدا تعالیٰ انہیں مزید توفیق دے کہ ہم آئندہ مرکز میں ہونے والے اجتماعات میں خواہ وہ مرکزی سالانہ اجتماع ہوں خواہ وہ جماعت کے جلسہ سالانہ ہوں خواہ دیگر تربیتی کلاسز ہوں کثیر تعداد میں شامل ہوا کریں۔ یہ دعا بھی کریں کہ ہم حضور کی اس خواہش کو پورا کرنے والے ہوں کہ ۱۰۰ فیصد مجالس کی نمائندگی خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں ہونی چاہیئے۔

اس وقت پاکستان میں مجالس کی تعداد کم و بیش ۷۲۵ ہے۔ ۶۵۳ مجالس کی نمائندگی اس سال ہو گئی ہے۔ ذرا سی مزید کوشش کی ضرورت ہے تھوڑی سی اور ہمت کی ضرورت ہے۔ تھوڑے سے ارادہ کی ضرورت ہے اور آئندہ سال یہ تعداد سو فی صد ہو سکتی ہے کوئی اتنا بڑا فرق نہیں ہے کہ ہم اسے ایک سال میں پورا نہ کر سکیں۔ اس سلسلہ میں قائدین اضلاع سے گذارش ہے کہ جو مجالس آپ کے ضلع کی اس اجتماع میں نہیں آئیں اجتماع کے بعد ان سے رابطہ قائم کریں۔ ان کو توجہ دلائیں کہ انہیں اس اجتماع میں شامل ہونا چاہیئے تھا اور ان سے گزارش کریں کہ آئندہ ہونے والے اجتماع میں وہ ضرور شرکت کریں۔ اور ان کو وقتاً فوقتاً بذریعہ خطوط یا ملاقات یاد دہانی کراتے رہیں۔ اگر آپ اس پر عمل کریں تو مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ اگلے سال کے اجتماع میں صد فی صد نمائندگی ہو سکے گی۔ ان باقی رہنے والی کم و بیش ۷۵ مجالس کو جو کسی مجبوری یا غفلت کی وجہ سے اجتماع میں شرکت نہیں کر سکیں مرکز سے بھی براہ راست خطوط لکھے جائیں گے اور بار بار یاد دہانی کرائی جائیگی لیکن مرکز سے یاد دہانی کروانے کی صورت میں بھی قائدین علاقہ اور قائدین اضلاع کی ذمہ داری ختم نہیں ہوتی۔ آپ کو بہرحال یہ کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ جب آپ کے ضلع میں وہ مجلس واقع ہے۔ تو آپ کا پہلا فرض ہے کہ ان کو توجہ دلائیں جو مجالس زیادہ سُست ہیں اُن کے پاس آپ خود جائیں۔ باقی کو خطوط لکھیں۔

بہرحال میری گزارش ہے آپ اس اجتماع کے ختم ہوتے ہی اس طرف توجہ کریں اور مجالس سے رابطہ قائم کریں۔

اس اجتماع میں سائیکل سواروں کو آنے کے لئے بعض وجوہ سے باقاعدہ تحریک نہیں کی گئی تھی۔ مناسب سمجھا گیا تھا کہ دور سے احباب سائیکلوں پر تشریف نہ لائیں۔ چنانچہ سندھ، سرحد اور کراچی کو روک دیا گیا تھا۔ پنجاب کے اضلاع میں سے بھی دور کے اضلاع اور بعض دیگر مجالس

کو بھی تحریک نہیں کی گئی۔ صرف چند قریبی مجالس کو تحریک کی گئی تھی۔ اور خدا تعالیٰ کا بڑا فضل اور کرم ہے کہ ۵۲۶ کے قریب سائیکل سوار بھی تشریف لائے ہیں۔ خدام جہاز کے ذریعہ بھی اس اجتماع میں شریک ہونے آئے ہیں گاڑی کے ذریعہ بھی آئے ہیں بس کے ذریعہ بھی آئے ہیں سائیکل کے ذریعہ بھی آئے ہیں اور پیدل بھی تشریف لائے ہیں۔ پس یہ خدا تعالیٰ کا بڑا احسان ہے اس کے لئے ہمیں اس کے حضور سجدۂ شکر بجالانا چاہیئے۔ اور خدا تعالیٰ سے یہ دعا کرنی چاہیئے کہ ہم پر اس کا جو یہ احسان ہوا ہے اس کے نتیجہ میں وہ ہمیں مزید خدمت کی توفیق بخشے اور ہم امام وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے زیادہ تعداد میں اور زیادہ شوق، زیادہ ذوق اور زیادہ جذبہ کے ساتھ اجتماعات میں شرکت کریں۔

دوسری بات جس کی طرف آپ کو نائب صدر صاحب نے بھی توجہ دلائی ہے وہ شعبۂ اطفال ہے۔ اس کے بارہ میں خصوصیت سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ شعبہ بے حد اہمیت کا حامل ہے گزشتہ سال بھی میں نے خدام سے، قائدین کرام، اور قائدین اضلاع سے گزارش کی تھی کہ اس شعبہ کی طرف ذاتی توجہ دیں۔ اور ذاتی نگرانی بھی کیا کریں کسی حد تک توجہ ہوئی بھی ہے مگر ایک چیز جو میرے مشاہدہ میں آئی ہے کہ عام طور پر قائدین کرام جب اپنی عاملہ بناتے ہیں تو ان میں سے جو کم ذمہ وار افراد ہوں ان کو اطفال کے شعبہ پر مقرر کر دیتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط پالیسی ہے۔ جتنا اہم یہ شعبہ ہے اس کے لحاظ سے ضروری ہے کہ آپ سب سے سمجھدار سب سے سنجیدہ خادم کو یہاں لگائیں کیونکہ اس پر ہماری آئندہ ترقی کا انحصار ہے۔ ہماری آئندہ نسلوں کی بقاء کا انحصار ہے۔ ہمیں آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری آئندہ نسلیں اور اولادیں اسلام کے سچے سپاہی بنیں اور ہم ایسے رنگ میں ان کی تربیت کریں کہ غلبۂ اسلام کی صدی کا صحیح رنگ میں استقبال کر سکیں اور وہ استقبال ہم سے زیادہ ہماری اولادوں نے کرنا ہے ان اطفال نے کرنا ہے جو آج چھوٹے ہیں انہوں نے ہی وہ اہم ذمہ داریاں سنبھالنی ہیں اس کی تیاری کے لئے ان کی یہ عمر بہت موزوں ہے اس لئے ان کو تیار کرنے کے لئے خصوصی توجہ درکار ہے اور خصوصی توجہ دینے کا یہ تو طریق نہیں ہے کہ آپ کم سنجیدہ اور کم ذمہ دار شخص کو ان کی تعلیم و تربیت کی اہم ذمہ داری سونپیں۔ بلکہ اس کا صحیح طریق یہ ہے کہ آپ زیادہ سنجیدہ اور زیادہ ذمہ دار شخص کو یہ کام دیں۔

گزشتہ سال بھی میں نے توجہ دلائی تھی کہ قائد مجلس اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اطفال کا شعبہ قائم کر کے اور منتظم اطفال بنا کر وہ خود اس سے بری الذمہ ہو گئے ہیں اور سارا سال ان کی توجہ صرف مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف رہتی ہے اطفال کی طرف وہ ذاتی توجہ نہیں

دیتے ۔ نہ ذاتی دلچسپی لیتے ہیں نہ ہی دیکھتے ہیں ۔ کہ اطفال کی کس حد تک تربیت کی جا رہی ہے ۔ تو یہ صحیح طریق نہیں ہے ۔ حق یہ ہے کہ آپ جتنی اہمیت خدام الاحمدیہ کو دے رہے ہیں اتنی ہی اہمیت بلکہ میرے خیال میں اس سے زیادہ اہمیت اطفال کے شعبہ کو دیں ۔ ذاتی طور پر نگرانی کریں کہ آپ کے مقرر کردہ ناظم اطفال یا منتظم اطفال کیا کام کرتے ہیں ۔ اطفال کو وہ دینی اور علمی باتیں یاد کرائیں جن کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے مجلس مرکزیہ تحریک کرتی ہے ۔ یہ نگرانی کریں کہ قرآن مجید ناظرہ اطفال کو پڑھایا جا رہا ہے یا نہیں ۔ قرآن کریم کا ترجمہ ان کو سکھایا جاتا ہے یا نہیں ۔ "یاد رکھنے کی باتیں" انہیں یاد کرائی گئی ہیں یا نہیں ۔ سترہ آیات سورۃ البقرہ انہیں حفظ کرائی گئی ہیں یا نہیں ۔ جوبلی منصوبہ کی دعائیں ان کو یاد ہیں یا نہیں اور ان اطفال میں سے جو جوبلی منصوبہ کی دوسری عبادات ادا کر سکتے ہوں وہ ادا کریں ۔ بے شک روزہ ایسی عبادت ہے جو اطفال کے لئے عمل صالح نہیں ان کی عمر ابھی نشوونما کی عمر ہے اس وقت اگر وہ روزہ رکھیں گے تو ان کی صحت پر اثر پڑے گا لیکن روزانہ دو نفل تو وہ پڑھ سکتے ہیں ۔ خدام کی جو صف دوم ہے وہ دو نفل روزانہ پڑھا کرے اور یہ کام صرف منتظم اطفال کا نہیں یہ قائد مجلس کا کام ہے ۔ کہ وہ نگرانی کرے ۔ اور اسی کو محض

ایک شعبہ کی حیثیت نہ دے ۔ بے شک ہم اسے کہنے ایک شعبہ ہیں مگر کام کی وسعت کے لحاظ سے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے میں نے عرض کیا ہے کہ ہماری آئندہ ترقی کا انحصار اسی پر ہے کہ ہمارے اطفال خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے رستے ، ہمارے آقا و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بتائے ہوئے رستہ پر چلنے والے ہوں تاکہ آئندہ جو ذمہ داریاں اور جو بوجھ ان پر پڑنے والے ہیں وہ ان کو اٹھانے کے قابل ہوں اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب قائد مجلس اپنے اس شعبہ کو خاص اہمیت دیتا ہو ۔ اور لازماً اس کی ذاتی نگرانی کرتا اور ذاتی طور پر یہ دیکھتا ہو کہ اس کی مجلس کے اطفال کس حد تک مجلس مرکزیہ کے پروگراموں پر عمل کرتے ہیں اور جو دوسری بنیادی اسلامی باتیں ہیں ان پر کس حد تک عمل کرتے ہیں ۔ پس یہ خاص امر ہے جس کی گزشتہ سال بھی میں تحریک کر چکا ہوں بعض مجالس اور اضلاع نے توجہ کی ہے لیکن جتنی توجہ آپ کو اس طرف کرنی چاہیئے وہ میرے خیال میں ابھی نہیں ہوئی ۔ آپ اس شعبہ کی اہمیت کا احساس کریں ۔ اگر اس شعبہ کی افادیت کے لئے آپ کام کریں گے تو اس کا فائدہ مجالس کو بھی ہوگا ۔ اضلاع کو بھی اور خود آپ کو بھی ۔ کیونکہ یہ اطفال خود آپ کے بھی بچے ہیں یا آپ کے چھوٹے بھائی ہیں ۔ اس لئے اس کی طرف ہمیں

خاص توجہ کرنی چاہیئے۔

شعبہ مال کے بارہ میں خوش کن بات یہ ہے کہ اس سال خدا تعالےٰ کے فضل سے ہمارا بجٹ صد فیصد پورا ہو چکا ہے۔ دوسری خوشی کی بات یہ ہے کہ بڑے لمبے عرصہ کے بعد اجتماع خدام کے بجٹ میں بھی زائد آمد ہوئی ہے۔ یہ محض خدا تعالےٰ کا احسان ہے خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم آئندہ بھی اسی طرح قربانی کرنے والے ہوں اور جب بھی امام وقت کی طرف سے قربانی کا مطالبہ ہو تو ہم اس مطالبہ سے بھی بڑھ کر قربانی پیش کرنے والے ہوں۔

گزشتہ سال کے دوران بہت سے اضلاع میں تربیتی اجتماعات ضلع اور علاقہ کی سطح پر منعقد ہوئے۔ بہت سے اجتماعات میں مجھے خود جانے کا موقع ملا۔ کئی دیگر مرکزی نمائندگان بھی جاتے رہے۔ میں اس موقع پر ان قائدین اضلاع کی خدمت میں جنہوں نے گذشتہ سال ضلعی سطح پر اجتماعات منعقد نہیں کئے گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بھی اس طرف توجہ کریں۔ میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ جس جس جگہ پر تربیتی اجتماعات منعقد ہوتے رہے ہیں۔ ان اجتماعات کے بعد وہاں مجلس کے کاموں میں بڑا نمایاں اضافہ ہوا ہے اور جن اضلاع میں یہ اجتماعات نہیں ہوئے ان میں یہ ترقی نظر نہیں آتی۔ تو یہ بیداری کا ایک ذریعہ ہے جو ہمیں استعمال کرنا چاہیئے۔ خصوصاً جو کمزور اضلاع ہیں ان کو خاص طور پر اس طرف توجہ دینی چاہیئے کیونکہ مرکز سے ہمارے بزرگ علماء تشریف لے جائیں گے پھر اجتماع کی ایک کیفیت ہوتی ہے اور جس طرح حضور نے خطبہ جمعہ میں بھی فرمایا کہ یہ برکت کے ایام ہوتے ہیں ان میں بہت دعائیں کرنی چاہئیں۔ یہی برکت ان اجتماعات میں بھی ہوتی ہے جنہیں آپ خدا کے نام پر دوسرے اضلاع میں کرتے ہیں۔ اس برکت کے حصول سے اپنے آپ کو وہ اضلاع کیوں محروم رکھنے میں حالانکہ ہونا یہ چاہیئے کہ جو اضلاع کمزور ہیں ان کو تو برکت حاصل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ تاکہ وہ آگے قدم بڑھائیں۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے جو کمزور اضلاع ہیں وہ اجتماعات نہیں کرتے اور دوسرے اضلاع کرتے ہیں۔ پس اس موقع پر میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ اس طرف توجہ کریں۔

مجالس کے لحاظ سے جو تھوڑی مجالس والے اضلاع ہیں ان کو بھی اجتماعات منعقد کرنے چاہئیں۔ یہ کہنا کہ ہمارے اجتماع میں پندرہ یا بیس حاضری ہوگی بہت چھوٹا ضلع ہے یا ایک دو مجالس ہیں بیس تیس افراد ہوں گے۔ اجتماع نہیں ہو سکتا یہ غلط بات ہے اجتماع تو تین افراد سے بھی ہو سکتا ہے اور دو افراد سے بھی ہو سکتا ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ آپ کے پاس جتنے خدام بھی ہیں۔ خواہ دو ہیں یا چار۔ آپ کو ضلعی سطح پر ان کا اجتماع منعقد کرنا چاہیئے اسی طرح علاقہ کی سطح پر اجتماع منعقد کریں۔ اس کے لئے آپ مرکز کو لکھیں۔ مرکز انشاء اللہ بزرگ علماء کی خدمت میں درخواست کرے گا کہ وہ وہاں تشریف لے جائیں۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ہماری

چونکہ تین یا چار مجالس ہیں یا پندرہ بیس خدام ہیں اس لئے مرکز سے کوئی نہیں آئے گا۔ آپ مجھے لکھیں خواہ آپ کی دو مجالس ہیں یا تین۔ پندرہ خدام ہیں یا بیس۔ بعض خاص حالات میں بعض دفعہ کسی مصروفیت کی وجہ سے یا مثلاً جلسہ سالانہ کے ایام نزدیک ہیں وہاں نمائندہ نہ جا سکے۔ ورنہ عام طور پر میری یہی کوشش رہتی ہے کہ جو بھی مجھے لکھتا ہے میں کسی نمائندہ یا بزرگ علماء میں سے کسی کو وہاں جانے کی تکلیف دیتا ہوں۔ پس آپ ضلعی سطح پر اجتماع کریں میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے ہاں مرکزی نمائندے ضرور بھجواؤں گا۔ ان سے آپ فائدہ اٹھائیں۔ ان کی باتیں سنیں۔ وہ تحریکات سنیں جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں اور ان پر عمل کریں۔ اس سے آپ کی مجلس ترقی کرے گی اور آپ کے کام میں بھی آسانی رہے گی۔ اور قائد ضلع کے کام میں بھی آسانی ہو جائے گی اور جب خدام ایک تربیتی اجتماع میں شرکت کر کے لوٹتے ہیں تو دلوں میں دین کے ساتھ محبت کا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عشق کا جذبہ پہلے سے زیادہ ہوتا ہے۔ ضرورت یہ ہوتی ہے کہ اس سے کام لیا جائے اور اگر یہ جذبہ پہلے سے زیادہ ہو تو آپ کے کام میں آسانی ہوگی۔ خدام کے دلوں میں دین کے ساتھ محبت کا جذبہ اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا جذبہ جتنا زیادہ ہوگا وہ آپ کی مجلس کے کاموں میں اتنا ہی زیادہ تعاون کریں گے اسلئے

آپ اس طرف توجہ کریں اور جو اضلاع گزشتہ سال کسی مجبوری کی وجہ سے یا عدم توجہ یا غفلت اور سستی کی وجہ سے اجتماعات منعقد نہیں کر سکے وہ آئندہ سال ضلعی سطح پر اجتماع منعقد کریں۔ ایک بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اجتماع منعقد کرنے کے لئے اگر آپ کو حکومت وقت سے اجازت کی ضرورت ہو تو وہ اجازت لینی چاہیئے۔ اس کے بغیر کوئی اجتماع منعقد نہیں کرنا۔ ہم قانون کے پابند ہیں ہمارا فرض ہے کہ جو بھی حکومت کی طرف سے پابندیاں لگائی جائیں۔ ان کی پوری طرح اطاعت کریں۔ پس اگر قانوناً اجازت کی ضرورت ہے۔ تو آپ پہلے اجازت لیں۔ اور پھر مجھے لکھیں کہ ہم نے اجازت لی ہے اور یہاں یہ اجتماع منعقد کرنا ہے۔

دو باتیں بیان کرنے سے رہ گئی ہیں ایک تو سائیکل سواروں کے ضمن میں ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ڈیرہ غازیخاں بڑا دور کا ضلع ہے۔ اور بڑا دشوار گزار رستہ ہے وہاں سے اس سال خدا تعالےٰ کے فضل سے سات خدام سائیکل پر آئے ہیں۔

دوسری بات مجھے اطفال کی وقف جدید کے متعلق کہنی ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ گزشتہ مجلس شوریٰ کے موقعہ پر آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ایک لاکھ کا جو ٹارگٹ وقف جدید اطفال کا مقرر ہے اسے ۳۱ دسمبر سے پہلے پورا کریں گے۔ یہ خدا تعالےٰ کا احسان ہے کہ آپ نے اس وعدہ کو پورا کیا اور نہ صرف وعدہ کو پورا کیا بلکہ ایک لاکھ کے

ٹارگٹ کے مقابلہ میں ایک لاکھ ۴۲ ہزار روپے حضور کی خدمت میں پیش کر دیئے - اس وقت وقفِ جدید دفتر اطفال کی جو پوزیشن ہے وہ یہ ہے کہ ابھی صرف ۴۸ ہزار کی آمد ہے اور ٹارگٹ وہی ہے ایک لاکھ تو گزارش یہ ہے کہ اس سال بھی کوشش کریں کہ یہ ٹارگٹ پورا ہو - مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ ضرور پورا ہوگا - تھوڑی سی محنت، تھوڑی سی ہمّت، تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے تا آپ یہ ٹارگٹ جلسہ سے قبل پورا کر سکیں یا جتنی جلد ممکن ہو پورا کریں - تاکہ وقفِ جدید کے ذریعہ اشاعتِ اسلام کا جو کام ہو رہا ہے اس میں کوئی وقتی روک ہماری وجہ سے پیدا نہ ہو - پس یہ کوشش کریں کہ یہ ٹارگٹ آپ ۳۱ دسمبر سے پہلے جتنی جلد ممکن ہو پورا کریں اسی طرح قائدین کرام، قائدین اضلاع اور قائدین مقامی بھی خصوصی توجہ کریں - مجھے یقین ہے کہ یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے - آپ چند دن میں یہ کام کر سکتے ہیں - واپس مجالس میں جا کر اس طرف ضرور توجہ دیں - ایک ٹارگٹ ہم نے اس سال مجلس کی طرف سے یہ دیا ہوا ہے کہ ہم نے وقفِ جدید میں تمام اطفال کو شامل کرنا ہے - کچھ مجالس نے یہ ٹارگٹ پورا بھی کیا ہے باقی مجالس کی خدمت میں میں گزارش کروں گا کہ اس ٹارگٹ کو پورا کرنے کے لئے خاص کوشش کریں - ایک لاکھ کا جو ٹارگٹ ہے وہ اس سے نسبتاً آسان ہے لیکن اس کے لئے آپ کو زیادہ محنت کرنی پڑے گی کہ آپ کی مجلس کے جتنے اطفال ہیں وہ اس مبارک تحریک میں حصہ لیں - آخر ہر طفل کا حق ہے کہ وہ ان برکات کا وارث ہو - یہ امامِ وقت کی تحریک ہے اور امامِ وقت جو تحریک کرتے ہیں اس کے ساتھ بڑی برکتیں، بڑی رحمتیں بڑے فضل اور بڑے احسان ہوتے ہیں اور اس تحریک میں حصہ لینے والا فرد اس سے فائدہ اٹھاتا ہے تو آپ اپنی مجلس کے کچھ اطفال کو ان نعمتوں سے کیوں محروم رکھتے ہیں - یہ آپ کا فرض ہے کہ ہر ایک طفل کو اس میں حصہ دیں - اس کے لئے آپ تحریک کریں خود طفل کو کہیں کہ وہ اس میں حصہ لے

مَیں نے جس طرح عرض کیا کہ گزشتہ سال بہت سی مجالس اور اضلاع میں جانے کا موقع ملا - سندھ کے دو اضلاع کی ہر مجلس میں گیا ہوں اس کے علاوہ سرحد، پنجاب کے دوسرے اضلاع میں بھی تربیتی اجتماعات جن مقامات پر ہوئے - عام طور پہ وہاں جانے کا موقع ملا - ان دوروں میں مَیں نے ایک بات خاص طور پر نوٹ کی اور اس کی طرف رات ہمارے مکرم و محترم چوہدری حمید اللہ صاحب (سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ) نے بھی توجہ دلائی ہے کہ دس دس خدام کے حزب بنائے جائیں اور ان کا ایک سائق مقرر کیا جائے اس کی طرف کم توجہ کی گئی ہے - اگر حزب بندی کی طرف آپ نے توجہ نہ کی تو اس کا نتیجہ (خدا نہ کرے کہ وہ نتیجہ کبھی نکلے) ہماری مجلس کی کمزوری کی صورت میں نکل سکتا ہے - احزاب کا مقرر کرنا جس طرح

چوہدری حمید اللہ صاحب نے بتایا کہ دس خدام کا حزب بنانا اور اس پر سائق مقرر کرنا یہ بہت ضروری کام ہے۔ کسی قائد مقامی، قائد ضلع یا صدر مجلس کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ہر فرد سے ذاتی رابطہ قائم کرسکے بعض مجالس میں تو یہ ممکن ہے کہ یہ رابطہ ہو سکے۔ مثلاً جہاں چار یا پانچ خدام ہیں اور ان میں سے ایک قائد ہے۔ لیکن در اصل ایسے قائد کی ایک سائق کی ہی حیثیت ہے لیکن جو نسبتاً بڑی مجالس ہیں (اور بیشتر مجالس ایسی ہیں) وہاں ایک قائد مقامی کے لئے ممکن نہیں ہے۔ کہ وہ ہر ایک سے ذاتی رابطہ کرے۔ اتنا وقت بھی اس کے پاس نہیں ہوتا کہ ہر ایک کے پاس جا کر ہر ایک کی نگرانی کرسکے۔ اور ہر ایک سے ذاتی طور پر گزارش کرسکے کہ وہ مجلس کے کاموں میں حصہ لے بلکہ ہر ایک کو کہہ سکے کہ وہ اسلامی تعلیمات پر کاربند ہو اس کے لئے اس کو بہر حال رابطے کی ضرورت ہے اور ہر ایک سے رابطہ قائم کرنے کے لئے ایک خادم سے یا ایک طفل سے رابطہ قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ سائق کے واسطہ سے رابطہ قائم ہو۔ قائد مقامی کسی خادم تک اپنی بات پہنچانے کے لئے مجبور ہے کہ وہ سائق کے واسطہ سے ہر فرد تک اپنی بات پہنچائے۔ قائد ضلع کو رابطہ قائم کرنا ہے اگر کسی خادم سے یا طفل سے تو وہ مجبور ہے کہ ایک سائق کے ذریعہ اس سے رابطہ قائم کرے۔ صدر مجلس بھی مجبور ہے اس بات پر کہ سائق کے ذریعہ رابطہ ہو۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اس کی اہمیت، اس کا فائدہ، اس کی افادیت نظر وں سے اوجھل ہوتی جا رہی ہے یا اس طرف توجہ نہیں دی جا رہی۔ مجھے نہیں علم کہ اس سے کیوں بے توجہی ہوئی ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے اور جہاں جہاں میں گیا ہوں بڑے قریب سے میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ حزب بندی کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی۔ بہت کم مجالس میں باقاعدہ حزب بنائے جاتے اور سائق مقرر کئے جاتے ہیں۔ سائق کے ذریعہ کام کیا جاتا ہے اس موقعہ پر میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس کی اہمیت کو سمجھیں۔ حقیقت میں کام کرنا ممکن نہیں، اگر آپ سائق کا واسطہ درمیان میں نہیں لائیں گے میرے یا کسی قائد ضلع یا کسی بھی قائد مقامی کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر کراچی کی ایک مجلس میں آپ کے نوے خدام ہیں۔ ان تمام سے ایک ایک فرد فرد کا رابطہ ممکن ہی نہیں ہے۔ فاصلوں کے لحاظ سے وہ دور دور رہتے ہیں بعض جگہ اگر وہ قریب بھی رہتے ہوں تو نوے خدام سے براہ راست انفرادی طور پر اتنا رابطہ بہت مشکل ہے جتنا عہدیدار کا خدام سے ہونا چاہیئے۔ معمولی رابطہ تو ہو سکتا ہے لیکن وہ رابطہ نہیں ہو سکتا جو مجلس کے پروگرام چلانے کے لئے ضروری ہے اور اس رابطہ کے لئے سائق کی کڑی درمیان میں آنی ضروری ہے۔ اس کے لئے توجہ کریں۔ آپ کا خدام الاحمدیہ کا سال ختم ہو رہا ہے یکم نومبر سے نیا سال شروع ہوگا۔ نئے سال کی ابتداء

میں یہ کام آپ کو کرنا ہے اور ۳۰ر نومبر تک تمام
مجالس کی طرف سے مجھے یہ اطلاع ملنی چاہیئے کہ
ان میں حزب بندی ہو گئی ہے اور سائقین مقرر
ہو چکے ہیں۔ سائقین کے لئے ایسے خادم کا انتخاب
کریں جو ان دس افراد میں سے بُردبار ہو، شفقت
سے پیش آنے والا ہو، دھیمے مزاج کا ہو۔ مجھے
امید ہے کہ آپ میری اس گزارش کو مانیں گے،
اور ۳۰ر نومبر تک ضرور حزب بندی کر کے مجھے
اطلاع دیں گے۔

ایک بات شعبہ اشاعت کے بارہ میں
کہنا چاہتا ہوں گزشتہ سال کے دوران رسالہ خالد
تشحیذ کا جو معیار آپ کے سامنے آرہا ہے آپ نے
دیکھا۔ میرے نزدیک خدا تعالیٰ کے فضل سے معیار
پہلے سے بہت بلند ہے علمی لحاظ سے بھی اور ظاہری
شکل و صورت کے لحاظ سے بھی۔ اس سلسلہ میں اشاعت
میں ترقی تو ہوئی ہے رسالہ کے خریداروں میں اضافہ
تو ضرور ہوا ہے لیکن ایک تو اتنا اضافہ نہیں ہوا
جتنا ہو سکتا ہے۔ دوسری بات اخراجات کو پورا
کرنا ہے مثلاً دس روپے میں جو رسالہ ہم آپ کو
دیتے ہیں وہ ہمیں ۱۵ — ۲۰ روپے میں پڑ رہا ہے
یہی کیفیت خالد کی ہے۔ ہمارے اخراجات
بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور رسالہ ہمیں بہت مہنگا
پڑتا ہے جو ہم بہت سستا دیتے ہیں۔

میں قیمت بڑھانا نہیں چاہتا لیکن مہنگائی
جس نسبت سے بڑھ رہی ہے اس کے پیش نظر ممکن ہے
کہ ہمیں قیمت بھی کسی حد تک بڑھانی پڑے۔ لیکن
اگر قیمت میں اضافہ بھی کیا گیا تو بھی نئی قیمت
اصل لاگت سے بہت کم ہی ہو گی۔ خاص طور پر
تشحیذ کے سلسلے میں قیمت زیادہ نہیں بڑھائی
جا سکتی۔ کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ ہر احمدی بچے
کے ہاتھ میں یہ رسالہ ہو۔ احمدی بچوں کا اور کوئی
رسالہ نہیں تشحیذ ہی واحد رسالہ ہے اس لئے
ہر بچے کے ہاتھ میں یہ ہونا چاہیئے اور ان کا یہ حق
ہے کہ انہیں یہ رسالہ ملے اور اگر میں نے قیمت
زیادہ بڑھائی تو بہت سے بچے ایسے ہوں گے جو اسے
نہیں خرید سکیں گے۔ آمد کی دوسری صورت یہ ہے
کہ آپ ہمیں اشتہارات لے کر دیں۔ گزشتہ سال
بھی میں عرض کرتا رہا ہوں۔ خطوط بھی لکھے۔ بعض
مجالس نے توجہ بھی کی۔ اس سال میں اس موقعہ پر
یہ تحریک کرنا چاہتا تھا کہ آپ اس طرف خاص توجہ
کریں اس وقت جتنی توجہ ہونی چاہیئے تھی۔ اتنی نہیں ہے
پہلے جب یہ تحریک کی جاتی تھی تو عام طور پر مجالس
اور قائدین کی طرف سے کہا جاتا تھا کہ معیار اچھا
نہیں یا ظاہری شکل و صورت ٹھیک نہیں ہے۔
اب قائدین کی جتنی بھی میٹنگز ہوئی ہیں ان میں سب
نے یہ تسلیم کیا ہے کہ معیار بہتر ہے۔ ویسے بھی قائدین
کے جو خطوط آتے ہیں ان میں معیار کے متعلق کوئی
شکایت نہیں ہے۔ کسی ایک مضمون کے معیار پر تو
کسی کو اعتراض یا اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن
یہ کہ رسالہ [illegible] پہلے سے بہتر معیار ہے اور اس پر رسالہ

گزشتہ ایک سال سے چل رہا ہے اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

اسی طرح تشحیذ کا ایک معیار قائم ہے اور ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے بھی آپ کے سامنے ہے کہ پہلے سے بڑا نمایاں طور پر بہتر ہوا ہے۔ اب آپ کے پاس وہ عذر نہیں ہے جو قائدین بعض دفعہ میٹنگز میں کرتے رہے ہیں۔ کہ چونکہ اس کا معیار اچھا نہیں یا اس کی ظاہری شکل وصورت اچھی نہیں اس لئے ہم اس کے لئے کوشش نہیں کرتے۔ اس کے لئے کوشش کریں۔ خریداری بھی بڑھائیں۔ اگرچہ نقصان کا سودا ہے کہ ہمیں پڑتا مہنگا ہے، دیتے سستا ہیں لیکن وہ بھی بڑھنی چاہیئے۔ اس لئے کہ مقصد صرف بیچنا تو نہیں ہمارا تو مقصد ہی یہ نہیں ہے کہ اس سے کوئی آمد ہو۔ اصل مقصد تو یہ ہے کہ بچوں کے لئے اور خدام کے لئے اس میں جو ضروری چیزیں ہیں وہ ان تک پہنچیں۔ اس لئے اشاعت میں بھی آپ اضافہ کریں اور جتنا اضافہ ہو اتنا ہی بہتر ہے لیکن اس کے اخراجات پورے کرنے کے لئے بھی آپ سے گزارش ہے کہ آپ اشتہارات کی طرف توجہ کریں۔ اس سلسلہ میں اس سال کے دوران بڑا بھاری مالی بوجھ مجلس نے اٹھایا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ سال کے دوران قائدین کے تعاون سے ہم مجلس پر یہ بوجھ نہیں ڈالیں گے۔

شعبہ تعلیم کے متعلق کل کی سب کمیٹی میں کافی بات چیت ہو چکی ہے۔ لیکن چونکہ اس وقت خدام کم تھے نمائندگان تو حاضر تھے ان کے سامنے بڑی وضاحت سے شعبہ تعلیم کے متعلق بات چیت ہوئی دوسرے خدام موجود نہ تھے اس لئے اس وقت میں کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق تشریف لائے اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی تھی کہ میرا مہدی جب آئے گا تو وہ خزانے لٹائیگا وہ خزانے جو اس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل خدا تعالٰے نے عطا کئے۔ مہدی دنیا میں تشریف لائے اور آپ نے خزانے لٹائے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم ان خزانوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں یا نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اپنی کتب اور تحریرات کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ بہت سے ارشادات ہیں۔ گزشتہ تین سال کے عرصہ میں مجھے جہاں بھی جانے کا اتفاق ہوا ہے یا کسی بھی مجلس کے قائد یا قائدین اضلاع کو جو بھی چٹھی لکھنے کا اتفاق ہوا۔ ہر چٹھی میں میں نے کتب کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور یہ اقتباسات پیش کئے ہیں جو حضور نے اپنی کتب کے بارہ میں تحریر فرمائے ہیں۔ اس موقع پر میں آپ کے سامنے وہ باتیں جو حضرت مسیح موعود نے اپنی کتب کے مقام، ان کی اہمیت اور روحانی تاثیر اور ان کی برکت اور افادیت کے متعلق فرمائی ہیں پڑھ

دیتا ہوں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ
سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر
جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا
جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہ مرے گا
وہ زندگی بخش باتیں جو مَیں کہتا ہوں
اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے
اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ
سکتا ہے تو سمجھو کہ مَیں خدا تعالیٰ کی
طرف سے نہیں آیا"

(ازالہ اوہام صـ۳ طبع اوّل)

پھر فرماتے ہیں:-

"مُردوں کے زندہ ہونے کے لئے بہت سا آبِ حیات
خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو بھی دیا ہے۔ بیشک
جو شخص اس میں سے پئے گا زندہ ہو جائے گا بلا شبہ
مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے کلام سے مُردے زندہ
نہ ہوں اور اندھے آنکھیں نہ کھولیں۔ مجزوم صاف
نہ ہوں تو مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا"

(ازالہ اوہام صـ۱۸۳)

پھر حضور نے اور بھی کئی جگہ پر اس سلسلہ
میں توجہ دلائی ہے چنانچہ اپنے سلسلہ تصنیفات کے
متعلق تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اسی میں میرا سرور اور اسی میں میرے
دل کی ٹھنڈک ہے کہ جو کچھ علوم اور
معارف سے میرے دل میں ڈالا گیا ہے
مَیں خدا کے بندوں کے دلوں میں
ڈالوں۔ دور رہنے والے کیا جانتے
ہیں مگر جو ہمیشہ آتے جاتے ہیں وہ
خوب جانتے ہیں کہ کیونکر میں دن رات
تالیفات میں مستغرق ہوں اور کس قدر
میں اپنے وقت اور جان کے آرام کو
اس راہ میں فدا کر رہا ہوں"

پھر فرماتے ہیں:-

"یہ رسائل جو لکھے گئے ہیں تائیدِ الٰہی
سے لکھے گئے ہیں مَیں ان کا نام وحی
اور الہام تو نہیں رکھتا مگر یہ تو
ضرور کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی خاص
اور خوارق عادت تائید سے یہ
رسالے میرے ہاتھ سے نکلوائے ہیں"

(سر الخلافہ ترجمہ از عربی صـ۶۱)

پھر فرماتے ہیں:-

"قرآن شریف کے عجائبات اکثر بذریعہ
الہام میرے پر کھلتے ہیں اور اکثر
ایسے ہوتے ہیں کہ تفسیروں میں ان
کا نام و نشان بھی نہیں ہے"

پھر فرماتے ہیں:-

"میرے ہاتھ سے آسمانی نشان ظاہر
ہو رہے ہیں اور میرے قلم سے قرآنی
حقائق و معارف چمک رہے ہیں۔
اُٹھو اور تمام دنیا میں تلاش کرو

کہ کیا کوئی عیسائیوں میں سے یا سکھوں میں سے یا ہندوؤں میں سے یا کسی اور فرقہ میں سے ایسا ہے کہ آسمانی نشانوں کو دکھلانے اور معارف اور حقائق کے بیان کرنے میں میرا مقابلہ کر سکے؟"

(ضمیمہ تریاق القلوب صفحہ ۱۳۹)

نیز فرماتے ہیں:۔

"مجھ کو خدا نے بہت سے معارف اور حقائق بخشے۔ اور اس قدر میری کلام کو معرفت کے پاک اسرار سے بھر دیا کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ کی طرف سے پورا تائید یافتہ نہ ہو اس کو یہ نعمت نہیں دی جاتی۔"

(انجام آتھم صفحہ ۴۹)

پھر فرماتے ہیں:۔

"میری قلم خواہشات کی ناپاکیوں سے بچائی گئی ہے اور مولیٰ کو راضی کرنے کے لئے تراشی گئی ہے۔ اور میرے قلم کا اثر باقی رہے گا۔"

پھر فرمایا:۔

"میرا علم رحمٰن کی طرف سے ہے، جو نعمتوں والا ہے۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

"جیسا کہ یوسف کے اناج کے ذخیرہ نے لوگوں کی جان بچائی اسی طرح جان بچانے کے لئے خدا نے اس جگہ مجھے بھی ایک روحانی غذا کا مہتمم بنایا ہے جو شخص اس غذا کو سچے دل اور پورے وزن کے ساتھ کھائیگا میں یقین رکھتا ہوں کہ ضرور اس پر رحم کیا جائے گا۔"

حضور کا ایک الہام ہے:۔

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۵۹۹ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

آپ جانتے ہیں کہ گیمبیا کے گورنر جنرل ایف۔ ایم سنگھاٹے صاحب اس الہام کو پورا کرنے والے بنے۔ اب وہ وفات پا چکے ہیں۔ ہر احمدی کے دل میں یہ خواہش ہے کہ یہ الہام اس کی آنکھوں کے سامنے پورا ہو اور یہ جذبہ بھی ہے کہ یہ الہام اس کے ذریعہ پورا ہو۔ ہمارے سامنے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک ایسا طریقہ رکھا ہے کہ جس کے ذریعہ ہم اس الہام کو پورا کرنے والے بن سکتے ہیں۔

حضورؓ نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھنے والے بنو۔ الفاظ یہ ہیں:۔

"وہ دن دور نہیں جب حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام پورا ہو گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ جب تم (تم سے مخاطب میں اور آپ ہیں)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے برکت ڈھونڈنے لگ جاؤ گے تو خدا تعالیٰ ایسے بادشاہ پیدا کر دے گا۔ جو آپ کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔" دوسرے الفاظ میں اس الہام کا اپنی پوری شان و شوکت سے پورا ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ ہم جو حضور کے ماننے والے ہیں اور جو حضور کے جان نثاروں میں شمار ہوتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام سے، حضور کی کتابوں سے برکت ڈھونڈنے لگ جائیں۔ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں سچے دل اور پورے وزن کے ساتھ اس روحانی غذا کو کھانے لگ جائیں۔ جب ہم ایسا کرنے لگ جائیں گے۔ جب ہم سچے دل سے اس روحانی غذا کو حاصل کرنے والے ہوں گے جب ہم پورے وزن کے ساتھ اس کو کھانے والے بنیں گے اس وقت یہ الہام پورا ہوگا۔ اور کس احمدی کے دل میں یہ خواہش نہیں ہے۔ کہ یہ الہام جلد پورا ہو۔ اور کس احمدی کے دل میں یہ خواہش نہیں ہے کہ یہ الہام اس کے ذریعے سے پورا ہو۔

پس یہ ہمارا فرض ہے اور اس فرض کو پورا کرنا چاہیئے اور اس فرض کی طرف اگر ہم سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو خدا تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیئے۔ اور توجہ کرنی چاہیئے کہ آئندہ ایسی کوتاہی نہ ہو۔ خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان خزانوں کو حاصل کریں۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عنایت سے آپؐ کی شفقت سے، آپؑ کے فرزند جلیل کو عطا ہوئے اور اس زمانہ میں آپ نے ہمیں تقسیم کرنے تھے وہ خزانے آج بھی موجود ہیں ان خزانوں کو حاصل کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"میں وہ خزانے دے رہا ہوں اور اتنے دوں گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔"

خدا کرے کہ ہم ان تھکنے والوں میں سے ہوں۔ خدا کرے کہ ہم اس روحانی غذا کے ہمیشہ حریص رہیں۔ خدا کرے کہ ہم اور ہماری اولادیں اس غذا کو پورے وزن اور سچے دل سے کھانے والوں میں شامل ہوں۔ خدا تعالیٰ ہماری کوتاہیوں کو بخشے۔ ہمیں توفیق دے کہ ہم پوری طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پر، آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے والے ہوں۔ آپ کی جو تمنائیں ہمارے متعلق ہیں ان کو پورا کرنے والے ہوں۔ اور امام وقت، نائب مسیح موعود علیہ السلام کی جو تحریکات ہوتی ہیں ان پر پوری طرح عمل کرنے والے ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

——— ٭ ———

سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۱۹۷۸ء کی مختصر روداد

۲۰-۲۱-۲۲؍ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع ربوہ میں اپنی سابقہ روایات کے مطابق منعقد ہوا۔ اس میں کراچی، کوئٹہ، ملتان، لاہور، فیصل آباد، سرگودھا اور پشاور کے علاوہ پاکستان بھر سے ۶۴۹ شہری و دیہاتی مجالس کے ۵۵۶۰ نمائندگان نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ چار بیرونی ممالک سے بھی خدام تشریف لائے ہوئے تھے۔ بیرون ربوہ سے آنے والے خدام کی تعداد ۳۲۳۵ اور ربوہ کے خدام کی تعداد ۲۲۸۵ تھی۔ خدام کے علاوہ افتتاحی اور اختتامی اجلاسات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تقاریر کے وقت آنے والے اطفال اور انصار اس کے علاوہ ہیں۔ ۱۹۷۴ء کے بعد امسال چار سال کے وقفہ سے کھلی فضا میں یہ اجتماع منعقد ہوا۔ ۱۹۷۴ء میں ۵۴۶ مجالس کے ۴۳۳۸ خدام اس میں شامل ہوئے تھے گزشتہ سال مسجد اقصیٰ کے صحن میں اجتماع منعقد ہوا تھا۔ اور اس میں ۴۹۹ مجالس کے ۳۸۱۰ خدام نے شمولیت کی تھی جبکہ اس سال خدا کے فضل سے ۶۴۹ بیرونی مجالس کے ساڑھے پانچ ہزار سے زائد خدام اس میں شامل ہوئے۔ اس دفعہ مختلف مجالس سے ۵۲۶ خدام سائیکلوں پر اجتماع میں شمولیت کے لئے آئے۔ تین دن خدام نے خیموں میں رہائش اختیار کی۔ جملہ خدام کے لئے کھانے کا انتظام تھا۔ کھیلوں اور دیگر علمی پروگراموں کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے تشریف لاکر خدام کو اپنی زریں نصائح سے نوازا۔ نیز علماء سلسلہ اور بزرگان نے بھی تقاریر کیں۔ اس کے علاوہ خدام الاحمدیہ کی مجلس شوریٰ ہوئی جس میں بجٹ اور دیگر تجاویز پر غور کیا گیا۔ اس طرح تین دن تک خالص دینی اور روحانی ماحول میں یہ اجتماع منعقد ہونے کے بعد ۲۲؍ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو پانچ بجے شام دعاؤں کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

پہلا دن ۲۰؍ اکتوبر بروز جمعۃ المبارک

۲۰؍ اکتوبر کو علی الصبح خدام نے دفتر بیرون میں رجسٹریشن کروا کے ٹوکن حاصل کرنے شروع کئے اور دفتر اندرون سے اپنا اپنا قطعہ دریافت کر کے اپنے اپنے خیمے نصب کئے۔ پہلے دن شام تک آنے والے خدام کی تعداد بشمول ربوہ پانچ ہزار تھی۔ اس میں بیرون از ربوہ تین ہزار اور ربوہ کے خدام کی تعداد دو ہزار تھی۔ خدام نے گیارہ بجے قبل دوپہر

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے چونتیسویں سالانہ اجتماع ۲۰-۲۱-۲۲ اخاء ۱۳۵۷ ہش / اکتوبر ۱۹۷۸ء کے چند مناظر
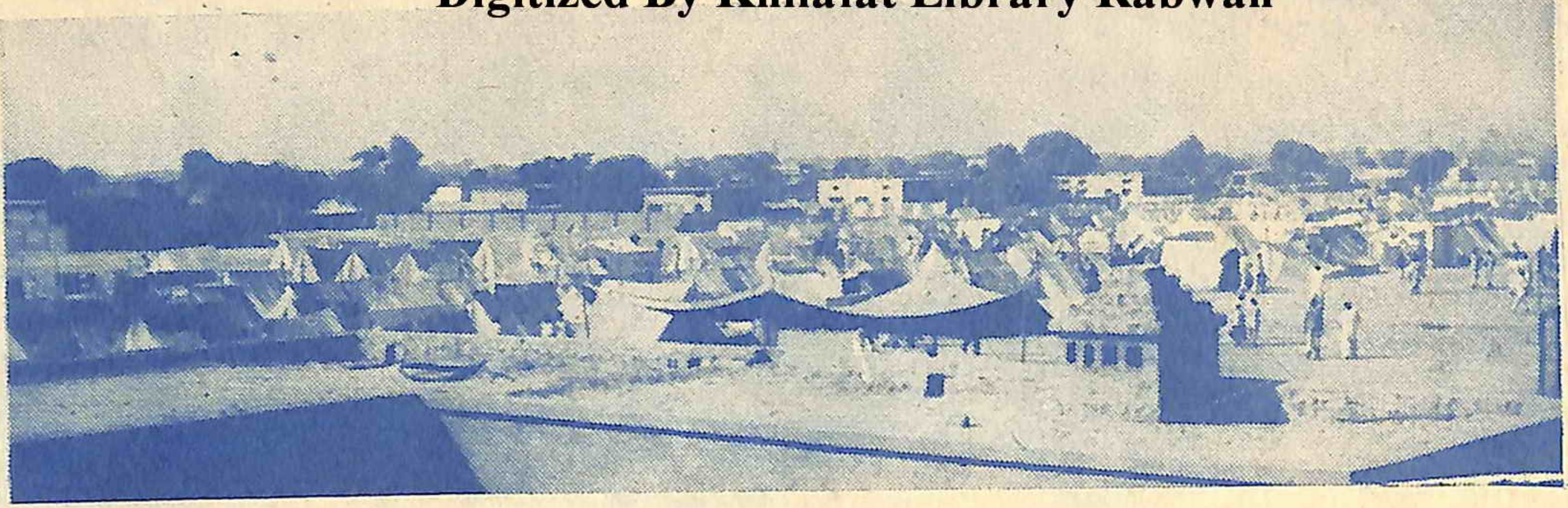
مقامِ اجتماع کا ایک منظر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مقام اجتماع میں تشریف آوری کا منظر
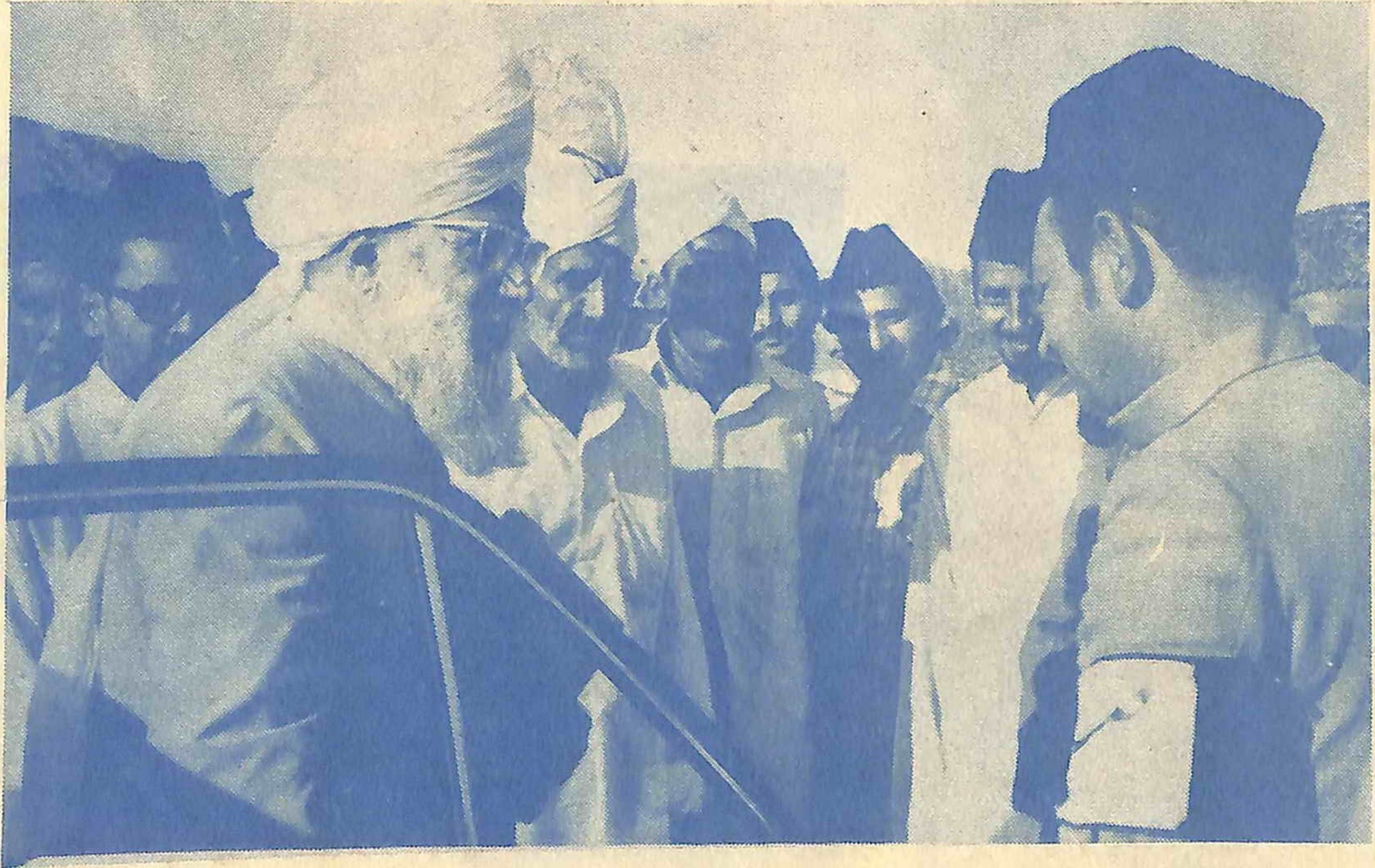
محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اپنی عاملہ کے ساتھ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا استقبال کر رہے ہیں

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ مہتممین خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے مصافحہ فرما رہے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ محترم محمد شفیق صاحب قیصر نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے گفتگو فرما رہے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ خطاب فرمانے سے قبل تشریف فرما ہیں۔
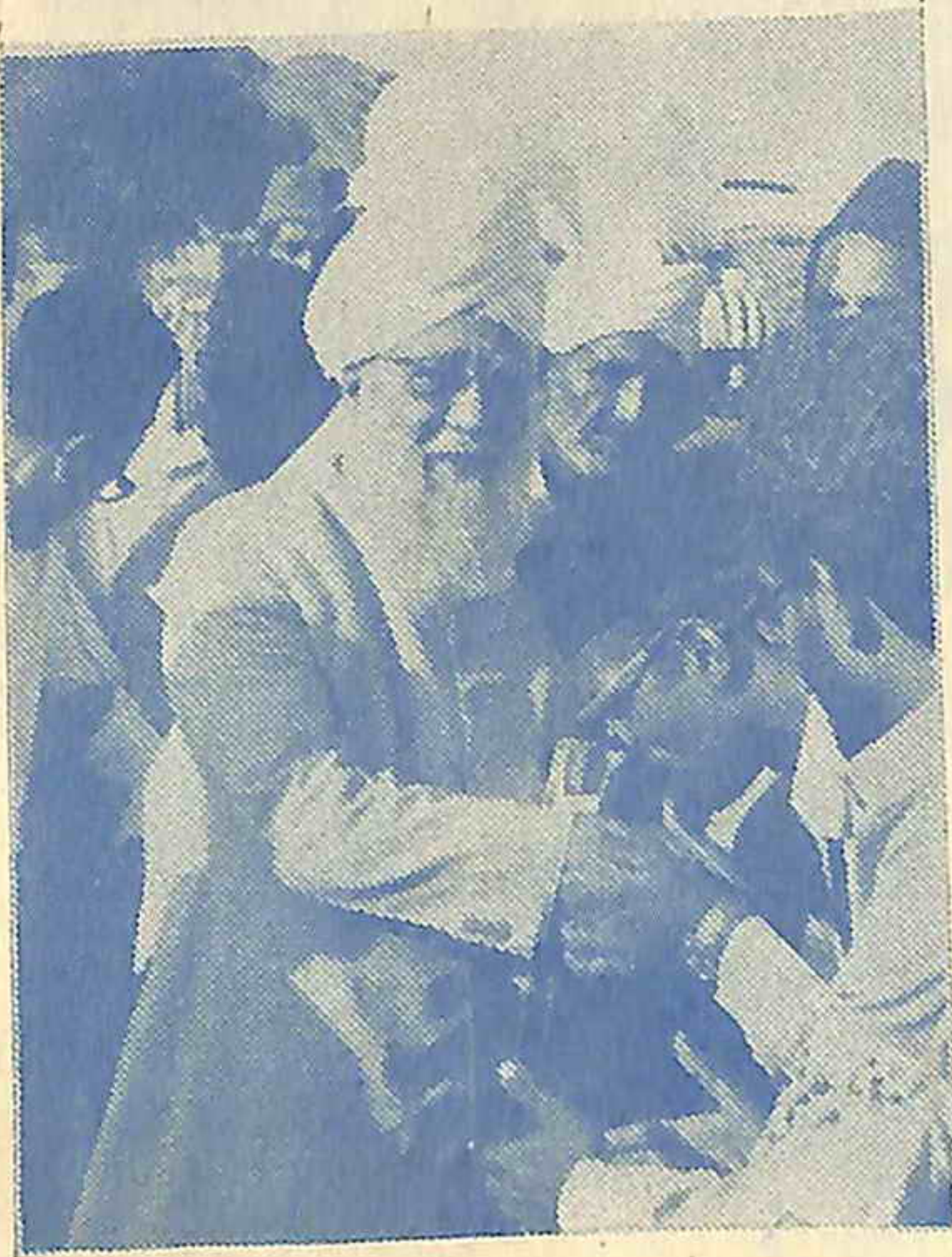
حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے استقبال کا ایک اور منظر
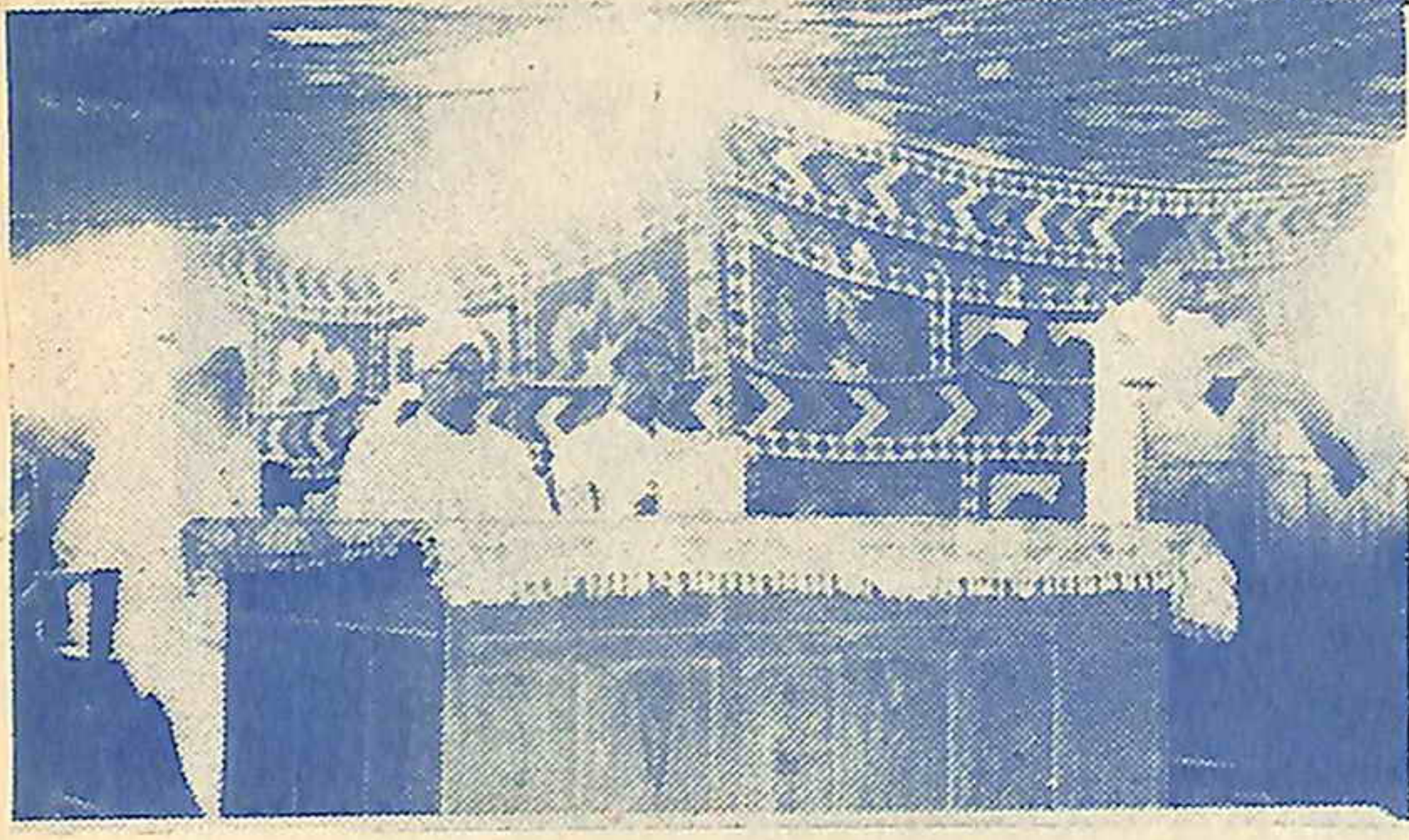
ذکرِ حبیبؑ کے پروگرام کا ایک منظر
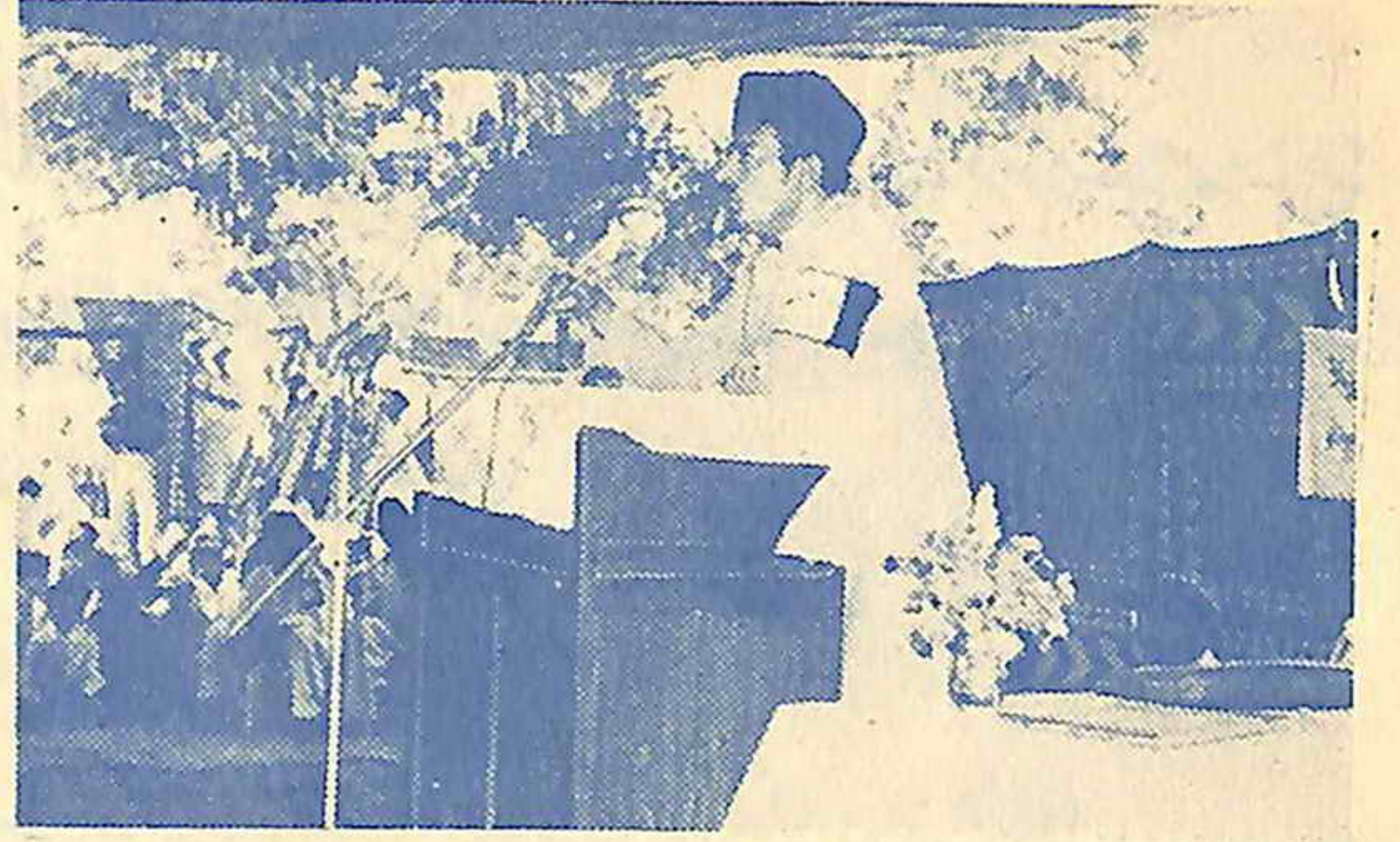
محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ایم۔اے صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ خدام سے خطاب فرما رہے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ مکرم محمود مجیب اصغر صاحب آف لاہور کو سالانہ مقابلہ مضمون نویسی میں اول آنے پر تین سو روپے نقد انعام عطا فرما رہے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ربوہ کی فٹ بال ٹیم کی جیت پر مہتمم مقامی مکرم محمود احمد صاحب کو ونگ ٹرافی مرحمت فرما رہے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ لاہور ڈویژن کی کبڈی ٹیم کے نگران مکرم ملک محمود احمد صاحب آف گوجرانوالہ کو اوّل آنے پر ونگ ٹرافی عطا فرما رہے ہیں۔

کبڈی کے مقابلے کا ایک منظر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دستِ مبارک سے مکرم رشید احمد صاحب طارق قائد ضلع کراچی کو قیادت ہائے اضلاع میں کارکردگی سال ۷۷-۷۸ء میں اوّل آنے پر انعامی شیلڈ عطا فرما رہے ہیں۔
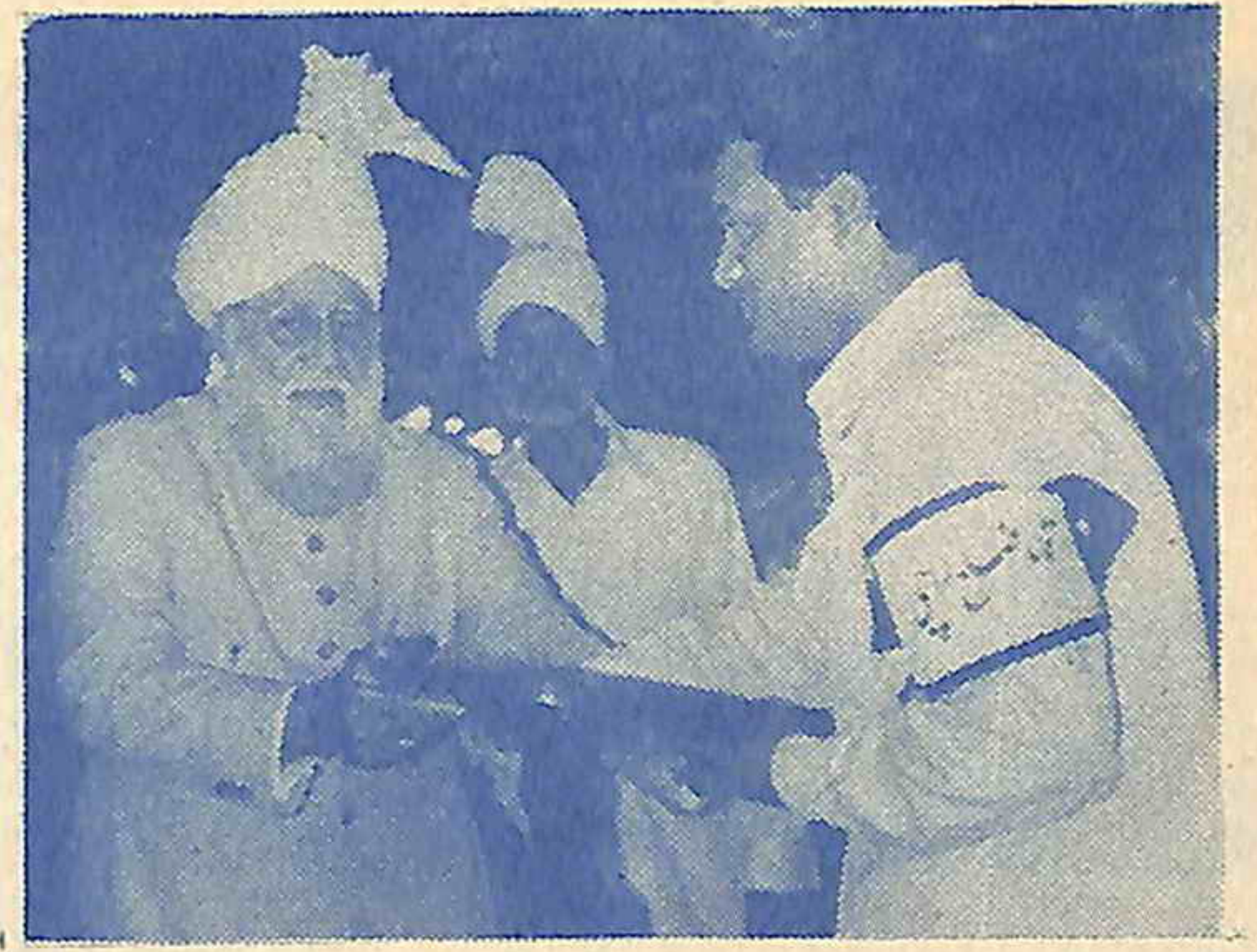
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دستِ مبارک سے مکرم شمیم پرویز صاحب قائد ضلع جھنگ کو قیادت ہائے اضلاع میں کارکردگی سال ۷۷-۷۸ء میں دوم آنے پر سندِ خوشنودی عطا فرما رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دستِ مبارک سے مکرم ماسٹر غلام رسول صاحب قائد ضلع فیصل آباد کو قیادت ہائے اضلاع میں کارکردگی سال ۷۷-۷۸ء میں سوم آنے پر سندِ خوشنودی عطا فرما رہے ہیں۔
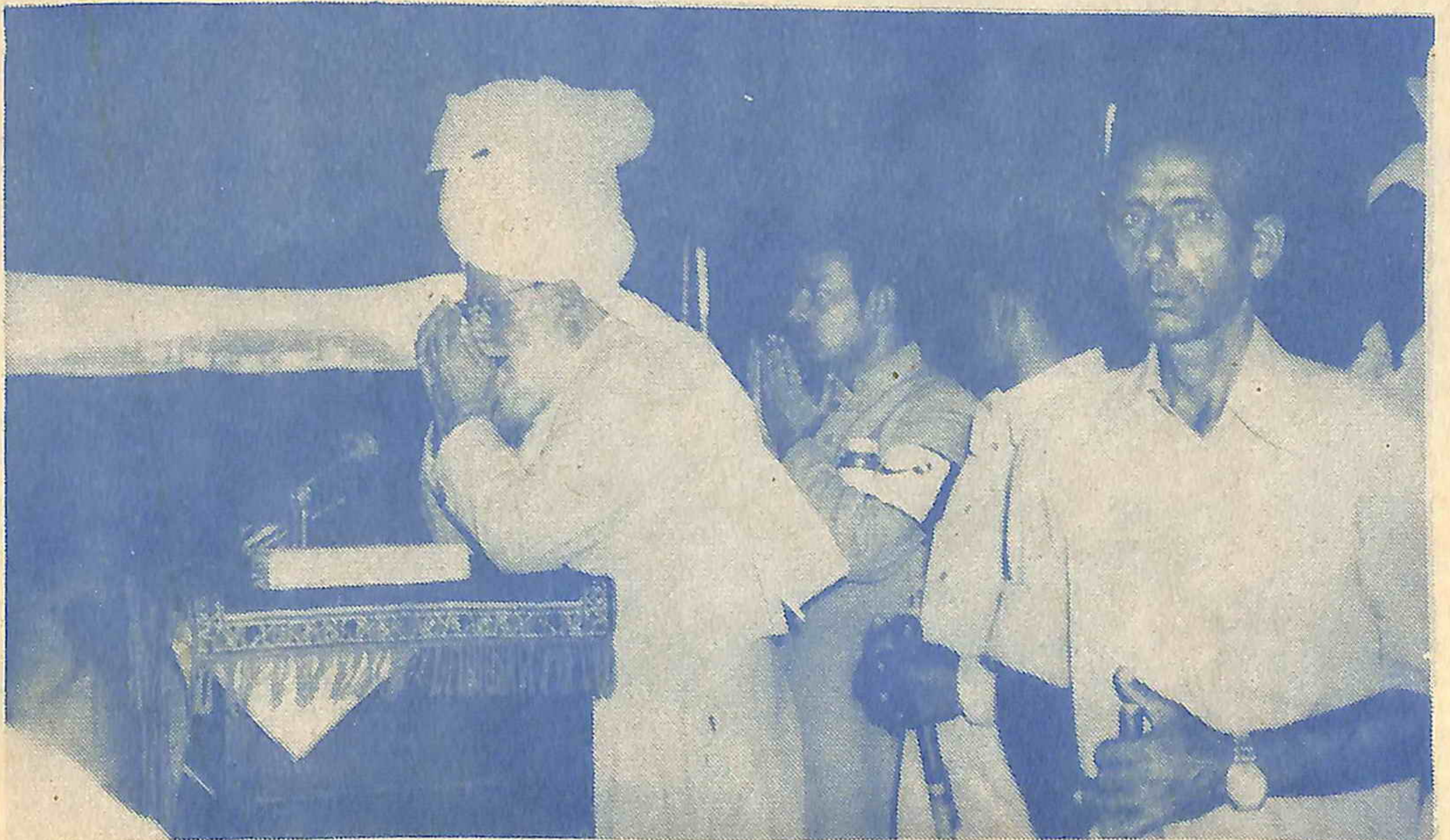
حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اختتامی خطاب کے بعد دُعا کا منظر۔

اپنے اپنے خیمے نصب کئے اور گیارہ بجے صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے تمام انتظامات کا جائزہ لیا۔ اور اس سلسلہ میں بعض ہدایات دیں۔ مقام اجتماع میں خیمے لگانے کے لئے بارہ بلاک بنائے گئے تھے جن میں سے ایک ریزرو تھا باقی گیارہ بلاکوں میں خدام نے بڑی ہمت اور چستی سے خیمے لگائے ربوہ کے خدام نے خود ساختہ خیمے لگائے اس کے علاوہ باہر کی چند مجالس کے خدام نے بھی خود ساختہ خیمے لگائے۔ باقی خیموں کا انتظام مرکز کی طرف سے کیا گیا۔ اس اجتماع میں شرکت کرنے کے لئے پہلے دن شام تک ۹۷۴ خدام سائیکلوں پر ربوہ آئے جن کی فہرست ضلع وار درج ذیل ہے:۔

ضلع گوجرانوالہ	۵۸
" سیالکوٹ	۲۳
" جھنگ	۲۴
" ملتان	۲۶
" قصور	۲۲
" ساہیوال	۹
" سرگودھا	۱۰۰
" بہاولپور	۱
" فیصل آباد	۶۵
" شیخوپورہ	۵۳
" راولپنڈی	۱۰
" لاہور	۷۲
" ڈیرہ غازیخان	۹
ضلع گجرات	۷

آخری دن کی اطلاع کے مطابق یہ تعداد ۵۲۶ تک پہنچ گئی۔

خیمے نصب کرنے سے فارغ ہو کر خدام دار الضیافت میں کھانا کھانے کے لئے گئے وہاں سے نماز جمعہ کے لئے مسجد اقصیٰ تشریف لائے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد واپس مقام اجتماع میں آئے

چار بجے سہ پہر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ مقام اجتماع میں تشریف لائے۔ صدر مجلس اور مجلس عاملہ مرکزیہ نے حضور کا استقبال کیا۔ اجلاس کی کارروائی تلاوت قرآن پاک سے ہوئی۔ جو مکرم قمر الدین صاحب انڈونیشین نے کی۔ اس کے بعد حضور نے اجتماعی دعا کرائی اور کھڑے ہو کر خدام سے ان کا عہد دہرایا۔ پھر مکرم منیر احمد صاحب جاوید لاہور نے حضرت مصلح موعودؓ کی نظم نونہالان جماعت سے خطاب" خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ بعد ازاں حضور نے خدام سے خطاب فرمایا۔ جو تقریباً پون گھنٹہ تک جاری رہا۔

حضور کی تقریر کے بعد ابتدائی ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے ان کی تفصیل درج کی جاتی ہے:۔

کبڈی:۔ راولپنڈی دب لاہور۔ لاہور ونر رہا۔
فٹ بال ۱:۔ ربوہ دب سندھ۔ ربوہ جیت گیا
فٹبال ۲:۔ ملتان دب کراچی۔ میچ برابر رہا۔
(اگلے دن کراچی جیت گیا)

اس کے بعد مغرب و عشاء کی نمازیں ہوئیں اور نمازوں کے بعد مکرم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب نے درس قرآن مجید دیا جس میں خلافت کی اہمیت کی طرف خدام کو توجہ دلائی اور بتایا کہ اس زمانہ میں آیت استخلاف میں جو پیشگوئی ہے اس کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ خدا تعالے نے جماعت احمدیہ میں خلافت کو قائم کیا ہے اس سے فائدہ اٹھانا ہمارا کام ہے۔ درس کے بعد خدام نے طعام گاہ سے کھانا حاصل کر کے اپنے خیمہ جات میں کھایا۔ اس دوران سٹیج پر تقریری مقابلہ معیار سوم منعقد ہوا جس میں اول صابر لطیف ربوہ دوم محمد امجد عارف سرگودھا رہے۔

کھانے کے بعد شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں تلاوت قرآن کریم کے بعد دعا ہوئی اور پھر ردّ شدہ تجاویز پڑھ کر سنائی گئیں۔ ان کے بارہ میں مکرم صدر صاحب نے وضاحت کی کہ کیوں انہیں ایجنڈا مجلس شوریٰ میں شامل نہیں کیا گیا۔ پھر سب کمیٹیوں کا تقرر ہوا درج ذیل تین کمیٹیاں بنائی گئیں۔

۱۔ سب کمیٹی تعلیم (۲) سب کمیٹی اطفال (۳) سب کمیٹی مال۔

اجلاس شوریٰ کے بعد مندرجہ ذیل علمی مقابلے ہوئے۔ اور اول، دوم آنیوالے خدام کو انعامات دیئے گئے۔

تقریری مقابلہ معیار دوم۔ اوّل محمد رفیق ربوہ دوم۔ افضال الرحمٰن لاہور

مقابلہ ترجمہ قرآن معیار اول۔ اوّل۔ فضل احمد ربوہ- دوم۔ مبارک علی تربیلا ڈیم۔

مقابلہ ترجمہ قرآن معیار دوم۔ اوّل۔ محمد عبداللہ ربوہ دوم۔ محمد زاہد شیخوپورہ

مقابلہ حفظ قرآن (حفاظ) اول۔ لطف الرحمٰن ربوہ دوم۔ بشیر احمد ملتان

مقابلہ حفظ قرآن (غیر حفاظ) اول رانا سعید احمد سیالکوٹ- دوم۔ عبد الرشید منگلا ڈیم۔

تلاوت کلام پاک۔ اول۔ محمد امجد سرگودھا دوم۔ حافظ برہان محمد ربوہ

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ معیار اول۔
اوّل۔ رانا سعید۔ سیالکوٹ
دوم۔ احسان اللہ۔ فیصل آباد

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ۔ معیار دوم۔
اول۔ حمید اللہ شیخوپورہ
دوم۔ مظفر حسین فیصل آباد

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ۔ معیار سوم۔
اوّل۔ محمد زاہد شیخوپورہ۔
دوم۔ منور احمد سرگودھا۔

اس کے بعد تلاوت قرآن کریم کا فائنل مقابلہ ہوا جس میں اوّل محمد امجد عارف سرگودھا۔ دوم۔ حافظ برہان محمد ربوہ قرار پائے۔

۱۰-۳۰ بجے شب یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

دوسرا دن ۱۲ اکتوبر ـــ بروز ہفتہ

علی الصبح چار بجے خدام کو بیدار کیا گیا۔

اور تمام خدام نے پنڈال میں نماز تہجد ادا کی۔ نماز تہجد کے بعد نماز فجر کی ادائیگی کے لئے خدام نے صفیں درست کیں اور مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نائب وکیل التبشیر نے نماز فجر پڑھائی۔ نماز فجر کے بعد آپ نے درس قرآن کریم دیا جس میں آپ نے انفاق فی سبیل اللہ سے متعلق قریباً دس منٹ تک خطاب فرمایا۔ جس میں بتایا کہ جو شخص خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کئی گنا زیادہ دیتا ہے اس سلسلہ میں آپ نے صحابہؓ کے واقعات بھی بیان فرمائے۔ ان کے بعد مکرم محمد شفیق صاحب قیصر نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ نے مختصر سا درس حدیث دیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدام کو افشوا السلام بینکم کے مطابق السلام علیکم کہنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

اس کے بعد تمام خدام کے لئے ورزش کا پروگرام تھا۔ خدام نے پنڈال کے اندر اجتماعی ورزش کی۔ ورزش کے بعد تمام خدام کو ناشتہ کے لئے رخصت دی گئی۔ اس دوران میدان عمل میں درج ذیل ورزشی مقابلہ جات کا انعقاد ہوا۔

والی بال	ملتان vs لاہور	لاہور جیت گیا
	سرگودھا vs ربوہ	ربوہ ونر رہا
	سندھ vs کراچی	سندھ جیت گیا
رسّہ کشی	لاہور vs راولپنڈی	لاہور جیت گیا
	کراچی vs ملتان	ملتان ونر رہا
	سندھ vs سرگودھا	سرگودھا ونر رہا

ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد سٹیج پر علمی مقابلہ جات شروع ہوئے جس میں مشاہدہ، معائنہ مضمون نویسی، مقررہ نظموں کے علاوہ مطالعہ حدیث ہر سہ معیار کا مقابلہ شامل ہے۔

علمی مقابلہ جات کے دوران کھیل کے میدان میں درج ذیل ورزشی مقابلہ جات کا انعقاد ہوا۔

۱۰۰ میٹر، ۴۰۰ میٹر اور ایک میل کی دوڑیں لمبی چھلانگ، اونچی چھلانگ، گولہ پھینکنا، نیزہ پھینکنا، تھالی پھینکنا، وزن اٹھانا اور کلائی پکڑنا۔

ان مقابلہ جات کے علاوہ فٹ بال اور کبڈی کے درج ذیل مقابلے بھی ہوئے:۔

فٹ بال۔ سرگودھا vs راولپنڈی۔ راولپنڈی جیت گیا۔

کبڈی	ربوہ vs سرگودھا	ربوہ جیت گیا
	کراچی vs ملتان	ملتان جیت گیا۔

یہ مقابلہ جات تقریباً دس بجے اختتام کو پہنچے اور ان کے بعد مقابلہ عام معلومات ہر سہ معیار کا دلچسپ پروگرام ہوا۔ اس میں مندرجہ ذیل خدام نے امتیاز حاصل کیا۔

معیار اول میں اوّل جمیل احمد بٹ کراچی
〃 〃 دوم خلیل احمد سولنگی گوجرانوالہ
معیار دوم میں اوّل محمد رضا بسمل کراچی
〃 〃 دوم شاہد محمود راولپنڈی
〃 سوم میں اول۔ نصیر احمد شیخوپورہ

معیار سوم میں دوم محمد زاہد شیخوپورہ

اس کے بعد درس کتب حضرت مسیح موعودؑ مکرم محمد شفیق صاحب قیصر نے دیا۔ آپ نے خدام کو مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بتایا کہ حضورؑ نے فرمایا ہے کہ جو جام مجھے دیا گیا ہے جو شخص اسے پئے گا وہ کبھی نہیں مرے گا۔ اور حیات ابدی کا وارث ہوگا۔ پس روحانی حیات حاصل کرنے کے لئے ہمیں حضور کی کتب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد تقریری مقابلہ معیار خاص منعقد ہوا۔ جس میں اول محمد احمد اشرف ربوہ

دوم لئیق احمد عابد لاہور قرار پائے۔ اس کے بعد خدام کو دوپہر کے کھانے کے لئے رخصت دی گئی۔ اس دوران سٹیج پر اذان کا مقابلہ ہوا جس میں

اول مرزا حمید احمد کراچی

دوم رانا سعید احمد سیالکوٹ قرار پائے۔

کھانے کے بعد نماز ظہر وعصر ادا کی گئیں اور نمازوں کے بعد ذکر حبیب کے موضوع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی مکرم صوفی غلام محمد صاحب نے خطاب کیا اور ان کے علاوہ مولانا جلال الدین صاحب قمر مبلغ اسلام اور شیخ مظفر احمد صاحب لاہور نے بھی اسی موضوع پر تقاریر فرمائیں جو کہ بہت پُر اثر تھیں

مکرم صوفی غلام محمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفقت ومحبت کے چند واقعات بیان فرمائے آپ نے بتایا کہ جب حضور صبح سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو ہم راستے میں کھڑے ہو جاتے اور جب حضورؑ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم آپ کا ہاتھ پکڑ لیتے۔ اسی طرح آپ نے بتایا کہ جب حضور کھانے کی کوئی چیز تقسیم فرماتے تو اگر کوئی بچہ آپ کے پاس ہوتا تو پہلے اس کو عنایت فرماتے۔

مکرم مولانا جلال الدین صاحب قمر نے صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے چند واقعات بیان کئے اور بتایا کہ ان کو حضور سے کس قدر پیار تھا۔

مکرم شیخ مظفر احمد صاحب جو کہ محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ کے فرزند اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب کے پوتے ہیں آپ نے مختلف واقعات بیان کئے اور بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں بہت ہی جذب کشش تھی ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کچھ رقم کے لئے ارشاد فرمایا تو حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ نے . باعث سے اس کا ذکر کرنے کی بجائے اپنی بیوی کے زیورات بیچ کر خود وہ ساری رقم حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔

اس کے بعد شوریٰ کا اجلاس شروع ہوا۔ تلاوت و دعا کے بعد سب کمیٹیوں کی رپورٹیں پیش کی گئیں۔ شوریٰ کی کارروائی تقریباً پونے دو گھنٹے جاری رہی۔ اس میں شعبہ تعلیم سے متعلق تین تجاویز پر غور کیا گیا۔

دوسری طرف میدان عمل میں کبڈی اور

فٹ بال کے مقابلے ہوئے۔

پہلا مقابلہ فٹ بال کا ربوہ اور راولپنڈی کے درمیان ہوا جس میں ربوہ جیت گیا۔

فٹ بال کا دوسرا مقابلہ لاہور اور کراچی کی ٹیموں کے مابین ہوا جس میں لاہور دنور رہا۔

کبڈی کا مقابلہ لاہور اور سندھ کے درمیان ہوا جس میں لاہور جیت گیا۔ دوسرا ربوہ اور ملتان کے درمیان ہوا۔ اس میں ربوہ جیت گیا

والی بال سیمی فائنل :۔ لاہور VS سندھ میں لاہور جیت گیا
ربوہ VS راولپنڈی - ربوہ جیت گیا۔

پھر مغرب و عشاء کی نمازیں ادا کی گئیں۔ اس کے بعد مکرم ملک سیف الرحمن صاحب (مفتی سلسلہ احمدیہ) نے درس حدیث دیا۔ بعد ازاں خدام کو کھانا کھانے کی اجازت دی گئی۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد تمام خدام پنڈال میں آئے اور تلقین عمل کا پروگرام شروع ہوا اس پروگرام میں مکرم مجیب الرحمن صاحب ایڈووکیٹ مکرم حمید نصر اللہ خان صاحب امیر جماعت لاہور، مکرم سید محمود احمد صاحب ناصر سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ حال مبلغ امریکہ اور مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب سابق صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ ناظر ضیافت نے شرکت فرمائی اور خدام کو بڑی قیمتی نصائح سے مستفیض فرمایا۔

مکرم مجیب الرحمن صاحب کی تقریر کا موضوع هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ تھا۔ آپ نے خدام کو بہت نرالے اور اچھوتے انداز میں سمجھایا کہ ہمیں ہر قسم کی لغو اور لہو باتوں سے بچنا چاہیئے۔ آپ نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے انت الشیخ المسیح الذی لا یضاع وقتہ اس کی روشنی میں خدام کو دیکھنا چاہیئے کہ یہ کام فائدہ مند ہے یا ضیاع وقت اور لغو ہے۔ مثلاً آپ اپنے دل سے پوچھیں کہ اگر آپ سگریٹ پیتے ہیں تو اس کا فائدہ ہے یا یہ لغو ہے۔

آپ کے بعد مکرم حمید نصر اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے احمدی نوجوانوں کی ذمہ داریوں پر تقریر فرمائی اور خدام کو مفید نصائح سے نوازا۔ آپ نے لندن کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے بتایا لوگ کہتے ہیں کہ آپ اسلام کی تعلیم لے کر دیر سے کیوں ہمارے پاس آئے ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کی کتب غور سے پڑھیں۔ اور ساری دنیا میں اسلام کو پھیلانے والے ہوں

اس کے بعد مکرم میر محمود احمد صاحب ناصر نے تقریر فرمائی۔ جس کا موضوع تھا "صحت مند تفریحات"۔ آپ نے خدام کو قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں تفریحات کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ خدام کو ہائیکنگ کے پروگرام بنانے چاہئیں۔ اس طرح وہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے جلوے دیکھیں گے۔ اور ان کو چاہیئے کہ واپس آکر لغو باتوں کی بجائے اپنے ان تاثرات کا اظہار ایک دوسرے سے کیا کریں۔

آپ کے بعد چوہدری حمید اللہ صاحب

ناظر ضیافت نے عہدیداران کو اپنی ذمہ داریاں کیسے نباہنی چاہئیں کے موضوع پر خدام سے خطاب کیا۔ آپ نے اپنے تجربات کی روشنی میں بتایا کہ قائدین کو چاہیئے کہ خدام سے نرمی اور شفقت سے پیش آئیں۔ اگر خادم کو پہلی دفعہ کوئی کام دیا جائے تو اس کو جھڑکیں نہیں اس طرح اس کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے اس کے علاوہ آپ نے قائدین کو حزب بنانے کی طرف توجہ دلائی۔ تلقین عمل کے اس پروگرام کو خدام نے بڑے انہماک سے سُنا۔ اس کے بعد ایک اور دلچسپ پروگرام علمی و مذہبی سوالات کے جوابات شروع ہوا۔ جس میں مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب، مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد اور مکرم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ نے شرکت فرمائی اور خدام کے بھیجے ہوئے سوالات کے جوابات دیئے۔

اس کے بعد تقریری مقابلہ معیار اول ہوا۔ جس میں منصفین کے فرائض مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر، مکرم سید احمد علی شاہ صاحب نائب ناظر اصلاح و ارشاد مقامی، مکرم مولوی جلال الدین صاحب قمر نے سرانجام دیئے۔ اس میں ۷ خدام نے شرکت کی۔ اس مقابلہ میں اول عبدالخالق صاحب خالد بہاولپور اور دوم محمد یاسین ربانی صاحب ربوہ قرار پائے۔ انعامات اسی وقت مکرم سید احمد علی شاہ نے تقسیم فرمائے۔

ساڑھے گیارہ بجے رات اس اجلاس کی کارروائی اختتام کو پہنچی۔

تیسرا دن - ۲۲ر اکتوبر - بروز اتوار

علی الصبح چار بجے خدام کو بیدار کرنا شروع کیا گیا۔ خدام نماز تہجد کی ادائیگی کے لئے پنڈال میں تشریف لائے۔ نماز تہجد مکرم منصور احمد صاحب عمر مربی سلسلہ بہاولپور نے پڑھائی۔ پھر محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب نے نماز فجر پڑھائی اور پھر اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے موضوع پر درس قرآن کریم دیا۔ درس کے بعد مکرم محمد شفیق صاحب قیصر نے مختصر سا درس حدیث دیا۔ اس کے بعد پنڈال میں خدام کی اجتماعی ورزش ہوئی۔ ورزش کے بعد خدام کو ناشتہ کے لئے رخصت دی گئی۔ اور اس دوران اسٹیج پر نظم خوانی اور پیغام رسانی کے مقابلے ہوئے۔

اسی اثناء میں میدانِ عمل میں رسہ کشی اور والی بال کے فائنل مقابلہ جات ہوئے۔ والی بال میں اوّل لاہور اور دوم ربوہ رہے۔ ملتان اور لاہور کے درمیان رسہ کشی کا مقابلہ ہوا۔ جس میں اوّل ملتان آیا۔ ناشتہ کے بعد فٹ بال اور کبڈی کے فائنل مقابلے ہوئے۔ فٹ بال میں اوّل ربوہ رہا۔ اور دوم لاہور آیا۔ اور کبڈی میں اول لاہور اور دوم ربوہ رہا۔ اس کے بعد علماء سلسلہ کی تقاریر کا پروگرام ہوا۔ جس میں مکرم مولانا نذیر احمد صاحب مبشر سابق مبلغ مغربی افریقہ، مکرم مولوی سلطان محمود صاحب سابق مبلغ غانا، مکرم مولوی محمد شفیع صاحب اشرف

سابق مبلغ انڈونیشیا اور مکرم مولانا محمد صادق صاحب سماٹری سابق مبلغ انڈونیشیا نے تقاریر کیں۔ ان مبلغین نے تبلیغِ اسلام کے میدان میں پیش آنے والے ایمان افروز واقعات سنائے۔ ان تقاریر کے بعد مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نے مشعلِ راہ سے درس دیا جس میں ایثار و قربانی کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ کے اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ پھر تلقین عمل کا پروگرام شروع ہوا جس میں مہتممین مرکزیہ نے اپنے اپنے شعبہ جات کے بارے میں خدام کو ہدایات دیں۔

سب سے پہلے مہتمم صاحب خدمتِ خلق نے خدمتِ خلق کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد مہتمم صاحب تحریک جدید نے تحریک جدید کے ۱۹ مطالبات پر عمل کرنے پر زور دیا اور خاص طور پر چندہ کی ادائیگی، وقفِ زندگی کی طرف خدام کو توجہ دلائی۔ ان کے بعد مہتمم اصلاح و ارشاد نے حکمت اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ پیغامِ حق پہنچانے کی طرف توجہ دلائی۔ پھر معتمد صاحب خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے خدام کو ماہانہ رپورٹ بروقت بھجوانے کے بارہ میں توجہ دلائی۔ اس کے بعد مہتمم صاحب تربیت نے بعض تربیتی امور کی طرف اور حفظ قرآن کی طرف توجہ دلائی۔ پھر مکرم ملک لال خان صاحب قائد ضلع ہزارہ نے اپنے تجربات کی روشنی میں خدام کے عہدیداران کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ کس طرح وہ احسن رنگ میں کام کر سکتے ہیں۔ بعد ازاں نائب صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے اطفال کے شعبہ سے متعلق بچوں کی تربیت کے بارہ میں چند ہدایات دیں اور خدام کو تاکید کی کہ وہ اطفال کی تربیت کا خاص خیال رکھیں۔ نیز وقفِ جدید کے چندہ کے بارہ میں بھی تحریک کی۔

بعد ازاں صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے خطاب فرمایا۔

صدرِ محترم کے خطاب کے بعد قرآن کریم اور عام دینی معلومات کے پرچے ہوئے جس میں سب خدام شامل ہوئے۔ پھر خدام کو کھانا کھانے کی رخصت دی گئی کھانا کھانے سے فارغ ہو کر خدام واپس پنڈال میں تشریف لائے۔ نماز ظہر و عصر ادا کرنے کے بعد شوریٰ کی کارروائی شروع ہوئی کارروائی کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا جو مکرم ہادی علی صاحب نے کی۔ پھر صدر محترم نے دعا کرائی۔ آج کے اجلاس میں سب کمیٹی اطفال اور سب کمیٹی مال کی رپورٹیں پیش ہوئیں اور تجاویز پر غور کیا گیا۔ نیز میزانیہ آمد و خرچ ۱۹۷۸ء - ۱۹۷۹ء پیش ہوا۔ مجلس شوریٰ نے چندہ مجلس تین لاکھ ۹ ہزار اور چندہ اجتماع ۵۵ ہزار روپے منظور کئے جانے کی سفارش کی۔

شوریٰ کے اجلاس کے بعد اختتامی اجلاس منعقد ہوا جس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایمان افروز خطاب فرمایا۔ خطاب کے بعد حضور نے اجتماعی دعا کرائی اس دعا کے ساتھ سالانہ اجتماع بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

(مرتبہ - محمد انور قریشی منتظم اشاعت سالانہ اجتماع ۱۹۷۸ء)

سالانہ اجتماع میں شامل ہونے والی مجالس کا ضلعوار گوشوارہ ۱۳۵۷ہش / ۱۹۷۸ء

نمبر شمار	نام ضلع	تعداد کل مجالس	شامل مجالس	نمبر شمار	نام ضلع	تعداد کل مجالس	شامل مجالس
۱	پشاور	۵	۵	۲۴	بہاولپور	۱۵	۶
۲	مردان	۱	۱	۲۵	بہاولنگر	۳۲	۱۶
۳	ہزارہ	۵	۵	۲۶	رحیم یار خاں	۱۸	۷
۴	ڈیرہ اسمٰعیلخان	۱	-	۲۷	سکھر	۴	۱
۵	کوہاٹ وبنوں	۳	۴	۲۸	جیکب آباد	۳	۱
۶	راولپنڈی	۹	۱۰	۲۹	لاڑکانہ	۸	۷
۷	جہلم	۱۴	۶	۳۰	دادو	۱	۱
۸	گجرات	۵۹	۴۲	۳۱	خیرپور	۱۲	۸
۹	کیمبلپور	۲	۳	۳۲	نواب شاہ	۱۹	۱۳
۱۰	سرگودھا	۵۴	۶۲	۳۳	حیدرآباد	۱۶	۱۲
۱۱	جھنگ	۲۳	۲۷	۳۴	بدین	۱۱	۶
۱۲	فیصل آباد	۸۵	۸۱	۳۵	سانگھڑ	۷	۶
۱۳	میانوالی	۶	۶	۳۶	تھرپارکر	۲۶	۳۵
۱۴	لاہور	۱۷	۱۸	۳۷	کراچی	۹	۱۰
۱۵	قصور	۱۴	۱۳	۳۸	کوئٹہ	۱	۱
۱۶	شیخوپورہ	۶۳	۶۲	۳۹	آزاد کشمیر	۱۳	۶
۱۷	سیالکوٹ	۹۰	۷۲	۴۰	ربوہ	۱	۱
۱۸	گوجرانوالہ	۳۶	۳۶				
۱۹	ملتان	۲۰	۲۰		میزان پاکستان	۷۶۷	۶۴۹
۲۰	ساہیوال	۲۳	۱۷				
۲۱	وہاڑی	۱۵	۷		میزان بیرون	-	۴
۲۲	مظفرگڑھ	۱۵	۱۴				
۲۳	ڈیرہ غازیخان	۱۲	۱۱		میزان کل	۷۶۷	۶۵۳

سیرۃ النبیؐ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور رواداری

(جناب ڈاکٹر نصیر احمد خان ۔ پروفیسر گورنمنٹ ٹی آئی کالج ۔ ربوہ)

یہ مقالہ جلسہ سیرۃ النبیؐ منعقدہ ۲۰ فروری ۱۹۷۸ء مسجد مبارک میں پڑھا گیا۔ (ادارہ)

تاریخ میں جہاں انسان کے عظیم کارناموں اور اخلاق کے اعلیٰ نمونوں کا ذکر ملتا ہے وہاں تنگ نظری اور ظلم وستم کی داستانیں بھی پڑھنے میں آتی ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ظلم وستم کی ان داستانوں میں بسا اوقات مذہب کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ زیادہ دور کی بات نہیں۔ ازمنہ وسطیٰ کے یورپ کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مذہبی عقائد میں اختلاف کے باعث انسانیت پر ایسے ایسے ظلم ڈھائے گئے جن کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عقائد کے معمولی اختلاف پر لاکھوں انسانوں کو قتل کیا گیا اور ہزاروں کو زندہ جلا دیا گیا۔ یورپ کے بڑے بڑے شہروں کے چوراہوں میں جلتے ہوئے تیل کے کڑاہے تیار رہتے تاکہ جس بدنصیب کے بارے میں مذہبی علماء فتویٰ صادر کریں۔ اسے کیفرِ کردار تک پہنچانے میں دیر نہ لگے۔ اسی طرح ایشیائی ممالک میں معصوم عورتوں اور بچوں کو کولہو میں پلوانا۔ بے جرم لوگوں کو ہاتھی یا دوڑتے ہوئے گھوڑوں کے پیچھے بندھوا کر مروانا۔ انہیں

نکلوا دینا۔ اندھیرے کنوؤں میں لٹکا کر بھوکا پیاسا رکھ کر آہستہ آہستہ موت کے منہ میں دھکیل دینا۔ بچھوؤں اور سانپوں سے ڈسوانا اور درندوں کے آگے ڈال دینا، آروں سے جسموں کو چیر دینا۔ اور دہکتے کوئلوں پر اس وقت تک لٹائے رکھنا جب تک انسانی جسم کی چربی انہیں ٹھنڈا نہ کر دے یہ وہ چند مظالم ہیں جو مذہبی دیوانوں نے اپنے بھائی بندوں کے لئے ایجاد کئے اور پھر بے دریغ انہیں روا رکھا۔ جن لوگوں نے یورپ کے قلعوں میں chambers of Horror یعنی مظالم خانوں کو دیکھا ہے وہ بخوبی اس بات سے آگاہ ہیں۔ کہ انسان جب اخلاق سے گرتا ہے۔ تو اس کی پستی کی کوئی حد نہیں رہتی اور وہ بیچ اسفل السافلین کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے۔

رواداری کا یہ فقدان تھا کہ قرآن انسان کا وہ چہرہ رہا تھی کہ رحمۃ للعالمینؐ کا ظہور ہوا اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھی صدیاں گزر گئے نہ ہو گئے اور وحشی درندہ صفت

انسان با اخلاق اور با خدا انسان بن گئے۔

ذرا اپنے ذہنوں کو چودہ صدیاں پیچھے لے جائیے۔ تعصب اور جہالت کا دَور دورہ ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں معدودے چند افراد پر طرح طرح کا تشدد روا رکھا جا رہا ہے اور مسلمانوں کو بزور آبائی دین میں لوٹانے کی مذموم کوششیں جاری ہیں۔ چنانچہ ایک مظلوم و بے کس مسلمان کے قتل کا فیصلہ ہو چکا ہے اور وہ پابہ زنجیر اپنی موت کا انتظار کر رہا ہے جس ظالم میاں بیوی کے گھر میں وہ قید ہے ان کا ایک کمسن بچہ کھیلتا اور رینگتا ہوا اس مومن مسلمان قیدی کے پاس آ جاتا ہے۔ قیدی کے ہاتھ میں اُسترا ہے اور بچہ اس کی ران پر۔ ماں کی نظر جب اس بچہ پر پڑتی ہے تو اس کا رنگ فق ہو جاتا ہے کیونکہ اپنے ظالمانہ معاشرے پر قیاس کر کے وہ سمجھتی ہے کہ کل قتل ہونے والا قیدی ضرور آج اس کے بچے کو اس تیز دھار آلہ سے قتل کر دے گا۔ قیدی ماں کے چہرے کی تحریر پڑھ لیتا ہے اور بلا توقف اسے تسلی دیتا ہے کہ حاشا و کلا ایسا نہیں ہوگا۔ اس معصوم بچہ کا میرے قتل سے کوئی تعلق نہیں۔ مَیں مسلمان ہوں اور مسلمان ظالم اور بے انصاف نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تم اطمینان رکھو بچے کو کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔ وہ بچے کو پیار کرتا ہے اور اسے اس کی ماں کو لوٹا دیتا ہے۔ (بخاری کتاب المغازی)

رواداری کے خُلق کی بنیاد انصاف ہے

یعنی دوسرے کو بھی وہی حق دینا جو اپنے لئے روا رکھے۔ اگر خود عقیدہ اختیار کرنے میں آزاد ہے تو دوسرے کو بھی یہی حق تفویض کرے۔ اگر خود اپنے لئے آزادیٔ رائے کو پسند کرتا ہے۔ تو دوسروں کو بھی یہی حق دینے کے لئے تیار ہو۔ اگر انصاف کی یہ روح دل میں قائم ہو جائے تو اختلافِ عقائد یا اختلافِ رسوم فساد کی وجہ نہیں بن سکتے۔ رواداری درحقیقت اس اعتراف کا نام ہے کہ مخلوقِ خدا گمراہ تو ہو سکتی ہے مگر قابلِ نفرت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اگر دوسرے کی اصلاح بھی منظور ہو تو جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کا سُنہری اصول کارفرما ہونا چاہیئے۔ انصاف (جس پر رواداری کی عمارت قائم ہے) کی اس قدر تاکید کی کہ فرمایا۔ دیکھنا کسی قوم کی دشمنی تمہیں بے انصافی پر مائل نہ کر دے۔ تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ ہر حالت میں انصاف ہو۔

حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا خُلق وہی ہے جو قرآن پاک کی تعلیم ہے۔ اور قرآن پاک کی تعلیم آزادیٔ ضمیر اور رواداری کے بارے میں بالکل عیاں ہے۔ اس بارے میں بھی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

بُتوں کو بُرا کہنے کے بارے میں ابن ہشام کی روایت ہے کہ ایک روز ابوجہل نے کہا کہ اگر آپ ہمارے بُتوں کو بُرا کہیں گے تو ہم آپ کے معبود

کے بارے میں بھی یہی طرزِ عمل اختیار کریں گے۔
اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی کہ

لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ
عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔

یعنی اللہ کو چھوڑ کر جنہیں وہ لوگ پکارتے ہیں انہیں برا نہ کہو کہ دشمنی کے سبب نادانی سے وہ اللہ کو برا کہنے لگیں۔ (۶ : ۱۰۹)

رواداری اور آزادیٔ ضمیر کا یہ سنہری اصول سورۃ کافرون سے بھی واضح ہے جس میں مداہنت اور تعصب دونوں کا رد موجود ہے اور صاف صاف ذکر ہے کہ میں نہ اس چیز کی عبادت کرتا ہوں نہ کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور اسی طرح تمہارا بھی یہ حال ہے کہ جس کی میں عبادت کرتا ہوں تم اس کی عبادت بجا نہیں لاتے تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔

اسی طرح حبشہ کے چند نصرانی جو مسلمان ہو گئے اور جنہیں بعد میں ابوجہل نے پھسلانا چاہا۔ ان کی زبانی بھی خدا تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا۔ کہ

لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ
سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي
الْجٰهِلِيْنَ۔ (القصص : ۵۶)

یعنی تمہارے لئے تمہارے اعمال اور ہمارے لئے ہمارے اعمال۔ ہمارا تمہیں سلام۔ ہم بے سمجھ لوگوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔

پھر اس سنہری اصول رواداری کی فلسفیانہ وجہ بھی بیان فرما دی کہ دین میں کیوں جبر نہیں فرمایا۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ
تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ
فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ
وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ
اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ
الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا
(بقرہ : ۲۵۷)

دین میں جبر اس لئے نہیں کہ ہدایت کی راہ گمراہی سے ممتاز و روشن ہے اس لئے جو سوچ سمجھ کر طاغوت کا انکار کرتا اور اللہ پر ایمان لاتا ہے اس نے گویا ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا۔ جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ پس پختگی اور استواری اسی کو نصیب ہے جس نے جبر سے نہیں بلکہ رضا و رغبت سے اللہ کے ساتھ اپنا عہد پختہ کیا اور شیطانی وساوس سے اپنے آپ کو آزاد کر لیا اگر دین میں جبر روا ہوتا تو کبھی بھی ایمان میں پختگی پیدا نہ ہو سکتی۔ اور وفاداری بشرط استواری جو اصلِ ایمان ہے حاصل نہ ہو سکتی۔

اسی طرح فرمایا :-

قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ
شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ
فَلْيَكْفُرْ۔ (کہف : ۳۰)

یعنی کہہ دے کہ سچائی تیرے رب کی طرف سے

نازل ہوئی ہے جو چاہے اس پر ایمان لے آئے اور جو چاہے وہ انکار کر دے۔

قرآن کریم کی اس اعلیٰ تعلیم پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر عمل کیا۔ احادیث ان عظیم واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ نجران کے عیسائیوں کو اپنی مسجد میں خدائے واحد کی عبادت کی دعوت دینا میثاق مدینہ میں یہود کو اپنی کتب کے مطابق شرعی قوانین نافذ کرنے کی اجازت دینا فتح مکہ کے بعد مکمل مذہبی آزادی کا اعلان فرمانا اور جان و مال اور عبادت گاہوں کی حفاظت کا ذمہ لینا۔ عقیدہ کے متعلق کسی کے زبانی اقرار و اظہار کو کافی سمجھنا خواہ قرائن اس اظہار کے کتنے ہی خلاف کیوں نہ ہوں۔ یہودی قرض خواہ کے مطالبہ کی سختی اور درشتی کو خوش دلی سے سہہ لینا۔ منافقوں کے صبح ایمان لانے اور شام کو انکار کر دینے کو برداشت کرنا۔ غلاموں اور بیکسوں کے جذبات کا خیال رکھنا اور ان کی دلجوئی کرنا۔ یہ سب آنحضرتؐ کی رواداری کی درخشاں مثالیں ہیں۔

آپ کے یہ سب اعمالِ حسنہ درحقیقت اس فطری قرآنی تعلیم کا عملی اظہار تھے جس میں انسان کو ایک عاقل، ذی شعور اور نیکی بدی کے انتخاب میں مختار وجود بنایا گیا ہے اور اس سے توقع کی گئی ہے کہ وہ "نجدین" (دو راستوں) میں سے وہی راہ اختیار کرے گا جو بھلائی اور کامیابی کی راہ ہے۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا سے ظاہر ہے کہ انسان کا ضمیر نیکی بدی کا امتیاز کر سکتا ہے۔ ہدایت کی راہ دکھانا خدا کا کام ہے اس راہ پر چلنا انسان کے اختیار میں ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا (دہر: ۴)

یعنی راستہ ہم نے دکھا دیا ہے اب انسان چاہے تو شکر گزار بنے اور اس راستہ پر چلے یا ناشکری کرے اور کسی اور راستہ پر چل کر اپنی تباہی کے سامان پیدا کرے۔

پس انسان کو خدا نے اپنے اعمال کا مختار بنایا ہے۔ اسی بنیاد پر سلسلہ جزا و سزا اور جنت و دوزخ کا قائم ہے۔ جو شخص زبردستی کسی پر اپنے عقائد ٹھونسنا چاہتا ہے۔ وہ عملاً خدا کے اس سلسلہ امتحان کو درہم برہم کرتا اور زمین میں فساد پھیلانے کا موجب بنتا ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کا اصول ہے حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے پہلے سیکولر دستور یعنی میثاقِ مدینہ کے ذریعہ روشناس کروایا۔ امن اور صلح و آشتی کی وہ سنہری دستاویز ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو دنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہو سکتا ہے

انسان کو عقائد کے بارے میں صرف اس قدر اختیار ہے کہ اچھے پیرائے میں شائستگی اور

اور نرمی کے ساتھ اپنے موقف کو دوسرے تک پہنچاؤ۔ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ اور وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ اور اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ میں بار بار تاکید کے ساتھ یہ امر بیان ہوا ہے۔ کہ بہترین انداز میں اپنی بات دوسروں تک پہنچاؤ اور مذہبی بحث و تمحیص میں نرمی اور ملائمت کو ہمیشہ مدنظر رکھو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اسی احسن دفاع کی مظہر ہے۔ لوگوں کو دعوتوں پر بلانا اور اپنا پیغام پہنچانا۔ گلیوں اور شاہراہوں پر کھڑے ہو جانا اور محبت کے ساتھ راہگیروں کو اسلام کی طرف بلانا۔ اجتماعات حج وغیرہ کے موقع پر وفود سے ملنا اور انہیں قائل کرنے کی کوشش کرنا۔ قصبوں اور دیہاتوں میں جا کر دعوتِ اسلام دینا۔ ماریں کھانا مگر دعا دینا۔ یہ سب اعمالِ صالحہ اس عظیم الشان رواداری کے مظہر ہیں۔ جو اسلام اور بانیٔ اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ اسی تعلیم کا اثر تھا کہ فتح فلسطین کے موقع پر عیسائی راہب حضرت عمرؓ کو گرجے میں نماز ادا کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ مگر آپ انکار فرماتے ہیں کہ ایسا کرنے سے مبادا مسلمان اسے مسجد بنا لیں۔ مذہبی آزادی اور رواداری کا جو مظاہرہ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے متبعین سے وجود میں آیا وہ ایک ایسا عظیم انقلاب ہے جس نے ساری دنیا کی سوچ کو بدل کر رکھ دیا۔ ازمنۂ وسطیٰ میں یورپ میں لوتھر کی تحریک اور موجودہ زمانے میں آزادیٔ ضمیر اور رواداری کے فلسفے اور یو۔ این۔ او کی حقوق انسانی کی دستاویز سب بازگشت ہیں نبی اُمّی کی اس عظیم اور حسین و جمیل تعلیم کی کہ جدوجہد جاری رکھو حتیٰ کہ دین صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

میثاق مدینہ کا ذکر میں کر چکا ہوں۔ یہ مہاجرین و انصار اور یہود کا وہ تاریخی معاہدہ ہے جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تحریر کے ذریعہ قائم فرمایا۔ اس کے مطابق یہود کے دین و مال کی حفاظت کا یقین دلایا گیا تھا۔ ان کے حقوق واضح کئے گئے تھے اور ان پر شرطیں بھی عائد کی گئی تھیں۔ یہ معاہدہ کئی لحاظ سے ایک مثالی معاہدہ ہے اور قومی اور بین الاقوامی سطح پر دنیا کے لئے ایک مشعلِ ہدایت ہے۔

ابن ہشام نے اس کی باون ۵۲ دفعات گنوائی ہیں۔ معاہدہ اس قدر واضح اور اتنا تفصیلی ہے کہ کسی ابہام کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ یہ معاہدہ دراصل اس بنیادی اسلامی عقیدہ کی عکاسی کرتا ہے کہ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا۔ اسلامی تعلیم کے مطابق معاہدات اس لئے نہیں کئے جاتے کہ ان میں حسبِ مطلب اور حسبِ ضرورت نئے نئے معنے پیدا کئے جائیں۔

اور ایسی مبہم شقیں رکھ دی جائیں جو ذو معنی ہوں جبکہ معاہدات نبھانے کے لئے کئے جاتے ہیں معاہدۂ مدینہ کا متن حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ کے حسنِ نیت، آپؐ کی رواداری اور انصاف کا ایک تاریخی ثبوت ہے۔ کوئی ایک فقرہ بھی ایسا نہیں جس کے دو معنے کئے جا سکیں۔ کوئی ایک شق بھی ایسی نہیں جس کی تاویل کی جا سکے یا جس کی تشریح میں فریقین کو کوئی مغالطہ لگ سکے۔

مثلاً معاہدہ کی چھبیسویں[۲۶] شق کے الفاظ یہ ہیں:-

"اور بنی عوف کے یہودی مومنوں کے
ساتھ ایک امت تسلیم کئے جاتے ہیں
یہودی اپنے دین پر رہیں مسلمان اپنے
دین پر خواہ موالی ہوں یا اصل۔
البتہ جو لوگ ظلم اور جرم کے مرتکب
ہونگے وہ اپنی ذات یا گھرانے
کے سوا کسی کو ہلاکت و فساد میں
نہیں ڈالیں گے"

معاہدہ کی یہ شق ایسی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت مہد کے بعد زمین نے ہزاروں گردشیں کاٹیں سینکڑوں فاتح اور حکمران دنیا کو ایک اعلیٰ اور مکمل سیاسی دستور دینے کی کوششوں میں چل بسے۔ یورپ و ایشیا میں لکھوکھا بلکہ کروڑہا انسانوں کو ان تجربات کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ آزادی اور رواداری کے فلسفے ایجاد ہوئے۔ دو عالمگیر جنگوں نے کرۂ ارض کو ہلا کر رکھ دیا۔ اور زمین کے بہترین دماغ حقوق انسانی کے تعیّن میں صرف ہو گئے مگر آج تک کوئی دستور میثاق مدینہ کی اس ایک شق کی سادگی اور شرافت کو نہیں پہنچ سکا۔ اور پہنچ بھی کیسے سکتے ہیں۔ جبکہ ان کے بنانے والوں کی نظر میں وہ پاکیزگی، دل میں وہ محبت اور فکر میں وہ بلندی نہیں جو سدرۃ المنتہیٰ کے شہ نشین پر بیٹھنے والے اور رب العالمین کی رحمتِ تمام کے مظہر سیّد کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی سوچ میں موجود تھی۔

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اِعْلان

مجلس خدام الاحمدیہ پشاور کی رسید بک نمبر ۱۳۱۷۲ جو کہ رسید نمبر ۱ تا ۱۶ استعمال ہو چکی ہے گم ہو گئی ہے۔

اسی طرح مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی صدر کی رسید بک نمبر ۱۲۷۶۸ جو کہ رسید نمبر ۱ تا ۶۶ استعمال ہو چکی ہے گم ہو گئی ہے۔ خدام مطلع رہیں اور ان رسید بکوں پر کسی قسم کی ادائیگی نہ کریں۔

۱ سیرۃ و سوانح

حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زندگی کا مختصر خاکہ

★ ــــ (جناب محمود مجیب اصغر (انجینئر) لاہور)

۱- حضرت فضلِ عمر المصلح الموعود صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء (مطابق ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ) جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات کو قادیان (ہندوستان) میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام اور والدہ صاحبہ کا نام حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم رضی اللہ عنہا تھا۔

آپ کی ولادت باسعادت خاص الٰہی نوشتوں کے مطابق اور خاص مقاصد کے لئے ہوئی۔ آپ کی پیدائش کی خبر کتب سماویہ اور بزرگانِ سلف کی تحریرات میں پہلے سے موجود تھی۔

آپ کے والد جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی مسیح موعود و مہدی معہودؑ نے آپ کی پیدائش سے تین سال پہلے آپ کی پیدائش کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر ایک عظیم الشان پیشگوئی فرمائی تھی جس کے الفاظ یہ ہیں :-

پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہٖ عزّ وجلّ۔ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ جلّ شانہٗ و عزّ اسمہٗ مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا۔

"مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا سو مَیں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح و ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا

مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام
برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی
تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور
تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں
سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں
تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے
وجود پر ایمان نہیں لاتے - اور خدا اور
خدا کے دین اور اس کی کتاب اور پاک
رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی
نگاہ سے دیکھتے ہیں - ایک کھلی نشانی ملے
اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے - سو تجھے
بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا
تجھے دیا جائے گا - ایک زکی غلام (لڑکا)
تجھے ملیگا وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے
اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے اس
کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس
سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے مبارک
وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ
فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا
وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت
ہوگا وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی
نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں
کو بیماریوں سے صاف کرے گا وہ کلمۃ اللہ
ہے کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے
اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین
و فہیم ہوگا - اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری
و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو
چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں
نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ
فرزند دلبند گرامی ارجمند - مظہر الاول
والآخر، مظہر الحق والعلاء کأن اللہ
نزل من السماء - جس کا نزول بہت مبارک
اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا
نور آتا ہے نور - جس کو خدا نے اپنی
رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہم اس
میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ
اس کے سر پر ہوگا - وہ جلد جلد بڑھے گا
اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا
اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا
اور قومیں اس سے برکت پائیں گی - تب
اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا
جائے گا - وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا"
(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ
تبلیغ رسالت جلد اول)

آپ کے والد "مسیح الزمان" اس عظیم الشان پیشگوئی
کے بارے میں فرماتے ہیں :-

"..... یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک
عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو
خدائے کریم جلّ شانہٗ نے ہمارے نبی کریم
رؤف و رحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے ...... بفضلہ تعالیٰ و احسانہ و برکت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔"

(تبلیغ رسالت جلد اول داشتہار ۲۰ مارچ ۱۸۸۶ء)

۴۔ جیسا کہ بیان کیا گیا حضرت مسیح موعودؑ کے اس خاص بیٹے کے بارے میں سلف صالحین کی پیشگوئیوں میں خبر ملتی ہے چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کی خاص اولاد کے بارے میں مشکوٰۃ شریف (مجتبائی ۴۸۰) باب نزول عیسیٰؑ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی موجود ہے۔ پھر قدیم مذہبی صحیفوں میں جیسے یہودی شریعت کی بنیادی کتاب "طالمود" میں بھی لکھا ہے:-

"یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ (یعنی مسیح) وفات پا جائے گا اور اس کی سلطنت اس کے بیٹے اور پوتے کو ملے گی اس رائے کے ثبوت میں یسعیاہ باب ۴۲ آیت ۴ کو پیش کیا جاتا ہے۔" (طالمود مرتبہ جوزف برکلے باب پنجم مطبوعہ لندن ۱۸۷۸ء)

اُمت مسلمہ کے مشہور ملہم و بزرگ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں پیشگوئی کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی آپ کے ایک خاص بیٹے کے بارے میں فرماتے ہیں:-

ا ح م د دال مے خوانم
نام آں نامدار مے بینم
دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

(الاربعین فی احوال المہدیین از حضرت شاہ اسمٰعیل شہید مطبوعہ نومبر ۱۸۵۱ء مصری گنج۔ کلکتہ)

۳۔ آپ نجیب الطرفین اور اللہ تعالیٰ کے خاص وجودوں میں سے تھے۔ آپ کے والد مسیح زماں مہدیٔ دوراں، امام آخرالزماں فارسی الاصل اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان روحانی فرزند ہیں اور کسی تعارف کے محتاج نہیں آپ کی والدہ دہلی کے ایک مشہور سید خاندان سے تعلق رکھتی تھیں جس کے جد امجد سترھویں صدی کے ایک بزرگ حضرت خواجہ سید میر محمد ناصرؒ تھے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کو ایک کشف میں حضرت حسنؓ نظر آئے اور فرمایا کہ نانا جان (یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) نے مجھے خاص اس لئے تیرے پاس بھیجا ہے کہ میں تجھے معرفت اور ولایت سے مالا مال کر دوں۔ یہ ایک خاص نعمت تھی۔ جو خانوادہ نبوت میں تیرے واسطے محفوظ رکھی گئی اس کی ابتدا تجھ پر ہوئی اور انجام اس مہدی موعود علیہ السلام پر ہوگا۔ (میخانہ درد ص ۲۵ سید ناصر نذیر فراق دہلوی)

اس پیشگوئی کے دو صدیاں بعد اس خاندان کی ایک عظیم المرتبت لڑکی حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم کی شادی مرزا غلام احمدؑ قادیانی مدعی مسیح موعودؑ سے خاندانی روایات کے خلاف ہوئی کیونکہ ان کے نزدیک ایک اجنبی خاندان تھا اور اسی مقدس جوڑے سے یہ نجیب الطرفین بچہ پیدا ہوا جس کی زندگی کا خاکہ کھینچنے کے لیے آپ کا یہ ادنیٰ ترین غلام قلمطراز ہے۔

۴۔ آپ کی تربیت الٰہی منشاء کے مطابق آپ کے مقدس والدین کے ہاتھوں ہوئی اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کی تربیت خود اللہ تعالیٰ نے مشیت خاص سے فرمائی۔ بچپن سے آپ میں بزرگی پائی جاتی تھی آپ عام بچوں سے بالکل مختلف تھے۔ شرم و حیاء، وقار، اطاعت اور صداقت جیسے اوصافِ حمیدہ جبلی طور پر آپ میں پائے جاتے تھے۔

آپ سخت ذہین و فہیم تھے اور صحت کی خرابی کے باوجود آپ نے کم عمری میں حافظ احمد اللہ صاحبؓ ناگپوری سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا جس پر آپ کے والد بزرگوار نے ایک تقریب کا اہتمام فرمایا اور اس کے لئے ایک دعائیہ نظم "محمود کی آمین" لکھی جو اس جلسہ میں پڑھ کر سنائی گئی۔ اس کے بعد آپ نے باقاعدہ سکول میں داخلہ لے لیا۔ لیکن بچپن سے صحت کی خرابی کے باعث آپ سکول کی پڑھائی میں بڑے بے قاعدہ تھے آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش پر صدیق ثانی حضرت مولانا نورالدین بھیروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرآنِ مجید کا ترجمہ تفسیر اور حدیث کی کتاب بخاری پڑھی۔ آپ کی ذہانت کا یہ حال تھا کہ آنکھیں خراب ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا نورالدینؓ سے زبانی ترجمہ اور تفسیر آپ نے دو تین ماہ میں پڑھ لیے۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت مولانا نورالدینؓ سے طب بھی پڑھی۔ حضرت مولانا نورالدینؓ نے اس طرح جلدی جلدی پڑھا کر فرمایا "جو علم نور دین کو آتا تھا پڑھا دیا۔" اس کے علاوہ آپ نے معمولی انگریزی حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ سے اور اردو حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ سے پڑھی۔ صحت کی خرابی کی وجہ سے سکول آپ کبھی کبھار ہی جایا کرتے تھے۔ جس کی آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے اجازت تھی۔ دراصل اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق خود آپ کو علوم ظاہری و باطنی سے پُر کرنا چاہتا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ آپ استاد وغیرہ کا اتنا احسان نہ اٹھائیں۔

۵۔ عبادت کی طرف آپ کو شروع سے ہی توجہ تھی۔ اور آپ کے دل میں خدمتِ اسلام کے جذبہ کی تڑپ تھی۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور آپ کے مقدس باپؑ کے عملی نمونے کا اثر تھا۔ آپ کے بچپن کا ایک واقعہ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے اپنی تصنیف سوانح فضل عمرؓ میں لکھا ہے۔ شیخ غلام احمد صاحب واعظ ایک نومسلم تھے

اور حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہؓ میں سے تھے وہ فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ میں نے ارادہ کیا کہ آج رات مسجد مبارک میں گزارونگا - اور تنہائی میں اپنے مولیٰ سے جو چاہونگا مانگونگا مگر جب میں مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے - اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اس کے اس الحاح کی وجہ سے میں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا اور میں نے دعا کی کہ یا الٰہی! یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ مانگ رہا ہے وہ اس کو دیدے اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں - میں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا - میاں! آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی! مجھے میری آنکھوں سے اسلام کو زندہ کر کے دکھا اور یہ کہکر آپ اندر تشریف لے گئے۔" (الفضل ۱۶ فروری ۱۹۶۸ء)

آپ بچپن سے ہی صاحب الہام اور کشوف و رؤیا تھے کیونکہ آپ کو بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ سے تعلق تھا جو عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا گیا۔

۶ - بچپن سے ہی آپ نے تحریر و تقریر میں دلچسپی لینی شروع کر دی تھی - حضرت مولانا نورالدینؓ اس بارہ میں آپ کی خاص تربیت فرماتے رہے - حتیٰ کہ آپ نے تشحیذ الاذہان کا اجراء فرمایا اور باقاعدگی سے مضامین لکھنے شروع کر دیئے - کم عمری کے باوجود آپ نے ۱۹۰۶ء کے جلسہ سالانہ پر ایک فصیح و بلیغ تقریر فرمائی - تمام بزرگوں خلیفہ اوّلؓ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ بعض غیر از جماعت لوگوں نے بھی آپ کی اس تقریر کی تعریف کی۔

بچپن میں آپ کو گھوڑ سواری - نشانہ بازی کشتی چلانے اور بعض اور چھوٹی موٹی کھیلیں کھیلنے میں بھی دلچسپی تھی - آپ بچوں کے ساتھ بڑی شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے اور دعاؤں سے بہت کام لیتے تھے - آپ کو بچپن سے اپنے والدین کا بڑا احترام ملحوظ تھا اپنے بھائی بہنوں سے بھی بڑا پیار تھا آپ اپنے اساتذہ اور بزرگوں کا بھی بہت احترام کرتے تھے آپ کا دل اللہ تعالیٰ کے پیار اور اس کے پیارے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیار سے معمور تھا۔

۷ - آپ کی پہلی شادی تیرہ برس کی عمر میں آپ کے ماں باپ کی پسند پر ایک صحابی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدینؓ کی لڑکی حضرت رشیدہ بیگم رحمن کا

حضرت ام المؤمنینؓ نے محمودہ بیگم نام رکھا تھا) شادی ہوئی۔ یہی بزرگ خاتون ہمارے موجودہ امام حضرت حافظ مرزا ناصر احمد ایدہ اللہ کی والدہ ماجدہ تھیں جو حضور کی پیدائش کے بعد ام ناصر کے نام سے معروف ہوئیں آپ کا نکاح ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو رڑکی میں حضرت مولوی نورالدین صاحب نے ایک ہزار روپیہ حق مہر پر پڑھا اگلے سال اکتوبر ۱۹۰۳ء کو رخصتانہ عمل میں آیا۔

۱۹۰۶ء میں آپ کے ہاں صاحبزادہ نصیر احمد پیدا ہوئے جو کم عمری میں ہی فوت ہو گئے۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۰۹ء کو فرمایا۔

"مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ
میں تجھے ایک لڑکا دوں گا جو دین کا
ناصر ہوگا اور اسلام کی خدمت پر کمربستہ"
(تاریخ احمدیت جلد ۴ صـــ)

چنانچہ یہ موعود بیٹا آپ کے ہاں ۹ر نومبر ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوا جن کا نام "ناصر احمد" رکھا گیا۔ آپ اپنے مقدس اب کی پیشگوئی کے مطابق ۸ر نومبر ۱۹۶۵ء کو منصب خلافت پر متمکن ہوئے اور خلیفۃ المسیح الثالث کہلائے۔

۸۔ ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء کو آپ کے والد سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی وفات ہوئی تو اپنے ابا کے سرہانے کھڑے ہو کر آپ نے ایک تاریخی عہد کیا جس کے الفاظ یہ تھے۔

"اے خدا! میں تجھ کو حاضر ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ تو نے نازل فرمایا ہے میں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا۔"

اس وقت آپ کی عمر صرف ۱۹ برس تھی۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا حضرت مسیح موعودؑ کی وفات اور اس تاریخی عہد کا نقشہ اپنے منظوم کلام میں یوں کھینچتی ہیں:۔

یاد ہے چھبیس مے سن آٹھ حزب المؤمنین
وہ غروب شمس وقت صبح محشر آفریں
حسرتیں نظروں میں لیکر صورتیں سب کی سوال
اب کہاں تسکین ڈھونڈیں بے سہارا دل حزیں
اک جوان منحنی اٹھا بعزم استوار
اشکبار آنکھیں لبوں پر عہد راسخ دلنشیں
شوکت الفاظ بھرائی ہوئی آواز میں
کرب و غم میں بھی نمایاں عزم و ایمان و یقیں
میں کرونگا عمر بھر تکمیل تیرے کام کی
میں تیری تبلیغ پھیلا دوں گا بر روئے زمیں
زندگی میری کٹے گی خدمت اسلام میں
وقف کر دوں گا خدا کے نام پر جان حزیں
کر نہیں سکتا کوئی انکار عالم ہے گواہ
جو کہا تھا اس نے آخر کر دکھایا بالیقیں
(دُرِ عدن)

(باقی)

ایک انٹرویو

مولانا غلام رسول مہر کی بیٹھک میں

(جناب شیخ عبدالماجد - لاہور)

بارعب آواز - پُر جلال چہرہ ــــ مُدلّل اور رواں زبان میں ایک جواں دل بڈھا - اپنی بیٹھک میں بیٹھا - گذشتہ نصف صدی کے واقعات و تحریکات پر رواں کمنٹری کر رہا تھا - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر تحریک کا پس منظر - ہر شخصیت کا تعارف اور سلسلہ وار سرگرمیاں اس کی نوکِ زبان پر ہیں - گفتگو سے یوں معلوم ہوتا تھا - کہ برصغیر پاک و ہند کی تقریباً تمام ہی نامور سیاسی و مذہبی شخصیات کو اس نے انتہائی قریب سے دیکھا ہے - کئی ہفت روزے، ماہنامے، بہترین ادبی تخلیقات اور ضخیم کتب گرد و پیش الماریوں میں رکھی ہوئی نظر آ رہی تھیں اور ان کے درمیان ایک سادہ سی کرسی پر تحقیق و تخلیق کا ترجمان تھا جس کے بغیر اب اردو ادب کا کوئی تذکرہ مکمل نہ ہو پائے گا - مولانا غلام رسول مہرؔ مختصر مگر جامع تبصرہ کے ساتھ ساتھ مختلف تحریکات اور شخصیات پر بڑی ہی وزنی رائے قائم کرتے جاتے۔

مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے مصور مجلّہ "فاروق سوونیئر ۱۹۶۵ء، ۱۹۶۶ء، ۱۹۶۷ء" کی ترتیب و تدوین میرے سپرد رہی ہے اس سلسلہ میں مجھے گذشتہ جماعتی سرگرمیوں کے نقوش کی تلاش تھی - میں اخویم برادرم محمود احمد صاحب (ابن مکرم و محترم عبدالجلیل صاحب عشرتؔ) کے ہمراہ ۲۰ اور ۲۵ دسمبر ۱۹۶۶ء آپ کی خدمت میں حاضر ہوا - پتہ چلا تھا کہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے چند "خطوط" آپ کے پاس محفوظ ہیں جو جماعت کی ملی سرگرمیوں پر روشنی ڈال سکتے ہیں۔

"خطوط" کے تذکرہ پر فرمانے لگے ــــ

مختلف نامور شخصیات کے بہت سے خطوط میرے پاس محفوظ ہیں جن سے گذشتہ تاریخ کی تصحیح میں مدد مل سکتی ہے ان میں "حضرت صاحب" کے بھی خط ہیں - میرا ارادہ ہے کہ ان تمام خطوط پر مشتمل مع مناسب حواشی کی ایک کتاب تالیف کروں - مگر موجودہ کام میں اتنا مصروف ہوں کہ پرانے ذخیرہ کی چھان بین کر کے "خطوط" نکالنا میرے بس میں نہیں - کئی صندوق اور الماریوں میں پرانے مسودات پڑے ہیں معلوم نہیں کس صندوق یا الماری کے کس خانہ میں یہ خطوط مل سکیں گے جب کبھی فرصت ہوئی - آپ کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔

فرمانے لگے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی میرے محترم ہیں وہ بھی متعدد مرتبہ کہہ چکے ہیں مجھے ندامت محسوس ہوتی ہے کہ یہ مطالبہ اب تک پورا نہیں کر سکا لاچار ہوں اتنا وقت نہیں نکال سکتا۔

میرے ہاتھ میں تاریخ احمدیت جلد ششم مؤلفہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد تھی جس میں مربوط اور مضبوط طور پر "آزادی کشمیر اور جماعت احمدیہ" کا تذکرہ۔ حضرت اقدس مصلح موعودؓ کی زیر ہدایت وکلاء کی قربانیاں۔ کشمیر کے لئے عالمی پروپیگنڈا احمدیہ فرقان فورس وغیرہ امور کا تذکرہ تقریباً تین صد صفحات پر محیط ہے ـــ یہ کتاب مولانا کو پیش کی خوش ہوئے۔ سرسری طور پر کہیں کہیں سے پڑھنے لگے۔ کہنے لگے۔

آپ لوگوں کی کسی کتاب میں اس عظیم الشان انسان کے کارناموں کی مکمل حکایت نہیں ملتی۔ ہم نے انہیں قریب سے دیکھا ہے کئی ملاقاتیں کی ہیں۔ پرائیویٹ تبادلہ خیالات کیا ہے۔ مسلم قوم کے لئے تو ان کا وجود سراپا قربانی تھا۔

فرمایا۔ ایک دفعہ مجھے راتوں رات قادیان جا کر حضرت صاحب سے مشورہ کرنا پڑا۔ وہ سفر اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ انسانیت کے لئے اس شخصیت کے دل میں بڑا درد تھا اور جہاں کہیں مسلم قوم کی بہتری اور بہبودی کا معاملہ درپیش ہوتا۔ آپ کی قابل عمل تجاویز ہمارا حوصلہ بڑھانے کا موجب بنتیں۔ ایسے مواقع پر آپ کا رُواں رُواں قومی درد سے تڑپ اٹھتا تھا۔ فرقہ بازی یا تعصب میں نے اس وجود میں نام کو نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب بلا کے ذہین تھے۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

مَیں نے پاک و ہند میں سیاسی نہ مذہبی لیڈر ایسا دیکھا ہے جس کا دماغ Practical Politics پریکٹیکل پالٹکس میں ایسا کام کرتا ہو۔ جیسا مرزا صاحب کا دماغ کام کرتا تھا۔ بے لاگ مشورہ واضح تجویز اور پھر صحیح خطوط پر لائحہ عمل ـــ یہ ان کی خصوصیت تھی۔ مجھے ان کی وفات پر بڑا صدمہ ہوا۔

کہنے لگے۔ مَیں نے محترم محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی کو تعزیت کا خط لکھا ہے۔ اور اس خط میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وہ حضرت صاحب سے متعلقہ تعزیتی فقرات کو شائع بھی کرا سکتے ہیں۔ افسوس! مسلمانوں نے مرزا صاحب کی قدر نہیں کی۔ سخت مخالفت کی آندھیوں کے باوجود میں نے مرزا صاحب کو کبھی افسردہ اور سرد مہر نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب کے دل کی شمع ہمیشہ روشن رہی۔ ہم یاس و افسردگی کی تصویر بنے ان سے ملاقات کے لئے جاتے اور جب باہر آتے تو یوں معلوم ہوتا کہ نا امیدی کے بادل چھٹ گئے ہیں۔ اور مقصد میں کامیابی سامنے نظر آ رہی ہے ہوزنی دلیل دیتے اور قابل عمل بات کرتے اور پھر اسی پر بس نہیں ہر نوع کی قربانی اور تعاون کی پیشکش

بھی ساتھ ہوتی جس سے ہم میں جرأت اور حوصلہ کے جذبات پیدا ہوتے۔

۲۰ اور ۲۵؍ دسمبر کی ان دو ملاقاتوں میں مولٰنا مہر نے بہت سے معاملات پر رائے زنی کی۔

مولٰنا ظفر علی خاں کے ذکر پر فرمایا ـــ عوام کا رجحان دیکھ لیتے تھے اسی نہج پر اخبار چلا دیتے۔ سن شمار کرنے لگے۔ کہنے لگے۔ مولٰنا نے اتنے سال جیل میں گذارے۔ مولٰنا کو لکھنے کا موقعہ کم ملا۔ جن اداریوں اور مضمونوں کے طفیل مولٰنا کو "بابائے صحافت" کا لقب ملا۔ ان میں خاصا حصہ میرا اور سالک صاحب کا بھی ہے مگر قسمت میں "بابائے صحافت" کا لقب ان کے نام تھا۔ ان کو مل گیا۔

تبلیغ اسلام کے ضمن میں گفتگو چل نکلی۔ فرمایا مسلمانوں نے اصل کام سے انتہا درجہ تغافل برتا ہے۔ سب مذہبی و سیاسی لیڈر انتخابات اور کرسیوں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں تبلیغ اسلام کے کام سے کسی مذہبی لیڈر کو کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی۔ پوچھنے لگے۔ آخر یہ مذہبی لیڈر حضرت داتا صاحبؒ کے نقش قدم پر چل کر تبلیغ کا فریضہ کیوں انجام نہیں دیتے۔ حالانکہ اصل کام کرنے کا یہی ہے۔ باقی سب گورکھ دھندے ہیں۔ مسلمان قوم کی ترقی میرے نزدیک صرف اور صرف تبلیغ اسلام میں مضمر ہے۔

کہنے لگے۔ گذشتہ دنوں "کیل التبشیر تحریک جدید ربوہ کی طرف سے شائع کردہ ایک رسالہ ہاتھ لگا۔ جس میں بیرونی مشنوں کے ذریعہ دنیا کے مختلف ممالک میں آپ کی جماعت کی طرف سے "تبلیغ اسلام" کا تذکرہ تھا۔ پڑھ کر طبیعت از حد خوش ہوئی ـــ فرمایا۔ میں نے کافی مطالعہ کیا ہے۔ مرزا صاحب کے سوا کسی کے پاس ٹھوس نظریہ نہیں ہے۔ مگر مجھے اس وقت ان کے عقائد سے کوئی واسطہ نہیں۔ مگر اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مرزا صاحب ایک ٹھوس نظریہ کے حامل تھے۔

کہنے لگے۔ علمی و تحقیقی کتب دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔ آپ کی جماعت کی طرف سے شائع کردہ بعض کتب کبھی کبھی دیکھنے میں آجاتی ہیں تحقیقی کتب کی اشاعت کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اس میدان میں آپ کی رفتار تسلی بخش نہیں ہے پھر فن تاریخ نویسی پر گفتگو فرمانے لگے۔ فرمایا پچھلے دنوں "حیاۃ نور" سیرت و سوانح حکیم مولوی نور الدین صاحب نظر سے گذری۔ کوئی شیخ عبد القادر[1] اس کے مصنف ہیں۔ خوب ترتیب دی ہے رات کو دیر تک یہ کتاب پڑھتا رہا۔ بڑا لطف آیا[2]۔

نوٹ نمبر ۱ :۔ مولٰنا مہر کو اس بات کا قطعی علم نہ تھا کہ خاکسار مولٰنا شیخ عبد القادر مربی (سوداگر مل) کا فرزند ہے اور نہ ہی میں نے اس ملاقات میں یہ ظاہر کیا۔

نمبر ۲ :۔ یہ سطور ۱۹۷۶ء کی ڈائری کی مدد سے لکھی گئی ہیں ہو سکتا ہے مولٰنا مہر کے بیان اور میری ادائیگی میں کہیں کہیں معمولی فرق ہو۔ مگر مفہوم اکثر و بیشتر وہی تھا جو میں نے بیان

تعلیم و تربیت

وصیّتِ خلیل

(جناب مولوی عنایت اللہ خلیل مرحوم)

برادرم محترم مولوی عنایت اللہ خانصاحب خلیل کاٹھ گڑھی جو مشرقی افریقہ میں لمبا عرصہ تبلیغ اسلام اور خدمتِ دین کا فریضہ بڑے اخلاص سے انجام دیتے رہے۔ کچھ عرصہ ہوا انگلستان میں وفات پا گئے۔ جنازہ ربوہ میں لایا گیا بہشتی مقبرہ میں ان کی تدفین ہوئی۔ خدمتِ دین اور اشاعتِ اسلام کا جذبہ ایسا تھا کہ اپنی اولاد کی دینی تعلیم کا بھی ہمیشہ خیال رہا چنانچہ وفات سے کچھ عرصہ پہلے اپنے بچوں کے لئے ایک وصیّت لکھی جس میں انہیں دینی امور کی تلقین کی اور احمدیت اور اسلام کی تعلیم کی پابندی کو رضاء الٰہی کا موجب قرار دیتے ہوئے خلافت سے وابستہ رہنے کی تاکید کی۔ موصوف کی یہ وصیّت مفید اور عام فہم انداز میں عمدہ تلقین ہے جس سے احمدی بچے اور جوان یکساں فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ محترم برادرم خلیل صاحب کے لئے دعائے مغفرت اور بلندی درجات کی تحریک کے ساتھ ذیل میں ان کی وصیّت ہدیۂ قارئین ہے تا احباب مستفید ہو سکیں۔

(خاکسار شیخ مبارک احمد سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ)

وصیّتِ خلیل

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

خدائے تعالےٰ کے فضل سے ہمیں احمدیت سے ایک روحانی خزانہ ملا ہے۔ ہمیشہ اس سے وابستہ رہنا کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے دل میں اس کے متعلق کوئی وسوسہ نہیں آنے دینا۔ احمدیت اصلی اسلام ہے۔ جو شخص احمدی ہے وہ صحیح رنگ میں اور سچا مسلمان ہوتا ہے۔ صحیح مسلمان بننے کے لئے دل سے تصدیق عمل ضروری ہے۔

اسلام کے پانچ ارکان ہیں:

(۱) کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

(۲) نماز قائم کرنا یعنی نماز جماعت کے ساتھ وقت پر ادا کرنا اور مختصر مختصر سمجھ سمجھ کر نہ صرف خود پڑھنا بلکہ دوسروں کو بھی نماز پڑھنے کی تلقین کرنا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں آنے دینا۔ عام طور پر لوگ ذرا سی مجبوری پر نماز ترک کر دیتے ہیں۔ مگر یہ فعل قطعاً درست نہیں

مسلمان کے لئے قرآن کریم کا یہ حکم ہے کہ وہ نماز جو کاموں کے درمیان آجائے اور اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو اس کا بھی خاص خیال رکھا جائے اور اس کو ضائع نہ ہونے دیا جائے۔

عام حالات میں نماز جماعت کے ساتھ بھی اور اکیلے بھی کھڑے ہو کر پڑھنی چاہیئے اور معمولی معمولی عذر کی وجہ سے بیٹھکر پڑھنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیئے۔ سوائے بیماری کے یا ایسے حالات میں کہ نماز کھڑے ہو کر پڑھنے سے خطرہ ہو تو بیٹھکر بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ اشد مجبوری کی صورت میں اگر بیماری زیادہ ہو اور انسان بیٹھکر بھی نماز ادا نہ کر سکے تو لیٹ کر اشاروں سے بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ سفر میں آدھی نماز ہو گی یعنی فرض نماز جس کے چار فرض ہوں اس کے دو فرض پڑھے جائیں گے جس کی دو رکعتیں ہیں وہ دو ہی پڑھی جائیں گی۔ اور جس کی تین رکعتیں ہیں اس کی تین۔ فجر کی دو رکعت سنت سفر میں بھی پڑھنی چاہیئے۔ باقی نمازوں کی سنتیں سفر میں معاف ہیں۔ ایسے ہی وتر کی نماز بھی سفر میں تین رکعت ہی ادا کرنی چاہیئے۔

سواری پر سوار ہونے کی حالت میں اشاروں سے بھی نماز ادا کی جا سکتی ہے اور پیدل چلنے کی حالت میں بھی چلتے چلتے خطرہ کی صورت میں نماز پڑھی جا سکتی ہے خطرہ سے مراد دشمن کا خطرہ بھی ہے سواری کے نکل جانے کا بھی خطرہ ہے۔ پانی نہ ملے یا بیماری کی وجہ سے پانی کے استعمال میں خطرہ محسوس ہو تو تیمم کیا جا سکتا ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ کسی پاک مٹی پر یا ایسے کپڑے پر جس میں گرد وغیرہ ہو۔ ہاتھ مار کر منہ پر پھیرا جائے اور دونوں ہاتھوں کو اس میں مل لیا جائے۔

اگر انسان کے لئے شرعی لحاظ سے غسل کرنا واجب ہو اور پانی نہ مل سکے تو اس صورت میں نماز تیمم کر کے ادا کی جا سکتی ہے جب تک ہوش و حواس قائم ہوں ایک مسلمان کو نماز چھوڑنے کی قطعاً اجازت نہیں۔ بلکہ ہر حالت میں نماز کی بروقت ادائیگی کی فکر رکھنی چاہیئے۔

غرض نماز میں تساہل ایک حقیقی مسلمان احمدی کے لئے قطعاً جائز نہیں اور ارشاد رسول کے مطابق جان بوجھکر نماز چھوڑنے والا مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔

نماز کوئی چٹی نہیں بلکہ نماز انسان کی روحانی اور دنیوی ترقیات کے لئے ایک کنجی ہے ہر کام میں انسان کو کسی عالم الغیب ہستی کی راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ عالم الغیب ہستی صرف اور صرف اللہ تعالےٰ ہے۔ نماز میں انسان خدا تعالےٰ سے راہنمائی کے لئے دعا کرتا ہے اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی اے اللہ ہمارے ہر کام میں سیدھا راستہ دکھا اور اس کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما۔ کونسا راستہ وہ راستہ جس پر پہلے لوگ چلتے رہے اور تیرے انعامات

کے وارث ہوتے رہے۔

پھر اسی میں تسبیح تحمید یعنی سبحان اللہ الحمد للہ۔ اللہ اکبر کثرت سے ہوتی ہے اس میں انسان کو توجہ پیدا ہوتی ہے۔ کہ وہ نقائص اور کمزوریوں اور عیبوں سے پُر ہے۔ ان سے نجات صرف اور صرف ایسی ہستی سے تعلق پیدا کر کے ہی حاصل ہوتی ہے جو ہر قسم کے عیب و نقائص اور کمزوریوں سے پاک ہو اور وہ خدائے تعالیٰ ہی کی ہستی ہے۔ اس لئے اس سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے۔ یہ سبحان اللہ کا مفہوم ہے۔ حضرت مسیح پاکؑ فرماتے ہیں ؎

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے

حمد کی مستحق صرف اور صرف خدا تعالےٰ کی ہستی ہے کیونکہ اس میں ہر قسم کے اعلیٰ اوصاف پائے جاتے ہیں ورنہ دنیا کی ہر چیز کسی نہ کسی اعلیٰ صفت سے محروم ہے بلکہ سوائے اسکی توفیق کے اعلیٰ صفات انسان اپنے اندر پیدا ہی نہیں کر سکتا جب یہ حال ہے تو اس بات کا اقرار یعنی الحمد للہ کہکر انسان یہ کہتا ہے کہ مجھ میں کوئی خوبی اور تعریف نہیں اور تمام خوبیوں کی مستحق اللہ تعالےٰ ہی کی ذات ہے۔ اور میں نہایت حقیر ہوں۔ اے خدا تو جو تمام صفات اپنے اندر رکھتا ہے تو اپنے فضل سے مجھ میں بھی وہ اعلیٰ صفات پیدا کر دے یہی طریق ہے جس کے ذریعہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم محمد یعنی تعریف کئے ہوئے کہلائے کیونکہ آپ نے خدائے تعالےٰ سے تعلق پیدا کر کے خدا تعالیٰ کی تمام اعلیٰ صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی اور ان صفات کے حصول کے لئے ہمارے لئے نمونہ بنے۔ اسی لئے قرآن کریم میں لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فرمایا۔ یعنی تمہارے لئے رسول اللہ میں ہر قسم کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس لئے حضورؐ کی پیروی کر کے ہی ہم اپنی استعداد اور طاقت اور قابلیت کے مطابق وہ اعلیٰ صفات اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں۔ اللہ اکبر یعنی تکبیر کا مفہوم یہ ہے۔ کہ دنیا کی ہر چیز خواہ وہ ہماری نظر میں کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں۔ خدائے تعالےٰ کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ سب سے بڑی اور عظیم ہستی اللہ تعالےٰ ہی کی ہے جو ہر چیز پر غالب ہے اسی سے ڈرنا اور خوف کھانا چاہیئے اور محض اسی کے لئے اس کے احکام پر عمل کرنا چاہیئے۔

پھر ہر بڑی ہستی سے تعلق پیدا کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اللہ اکبر میں یہ بھی بتایا ہے کہ اس فطرت کی پکار کو ہم اسی صورت میں پورا کر سکتے ہیں۔ جب ہمارا اس سب سے بڑی ہستی یعنی اللہ تعالےٰ کے ساتھ تعلق ہو اسی کی طرف خدائے تعالےٰ کے فرمان۔ قُلْ

إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ عزت حاصل کرو تو اس کا بھی ذریعہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنا ہی ہے۔ ورنہ عزت حاصل کرنا ناممکن ہے۔ پھر بڑی ہستی وہی ہوتی ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز ہو حتیٰ کہ انسان کی ہستی بھی اسی کے قبضہ میں ہو۔ چنانچہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اعمال کا صحیح حساب اور ان کی صحیح جزاء یعنی بدلہ بھی خدائے تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔ تو اسی کے لئے نیک اعمال بجالانے چاہئیں اور برے اعمال اسی کے خوف سے ترک کئے جاویں۔

پھر نماز میں استغفار ہے یعنی یہ دعا کرنا کہ ہم کمزور گناہ گار ہیں تو ہی ہماری کمزوریوں کو دور کر دے تو ہی ہماری پردہ پوشی کر سکتا ہے پھر درود اور ہر قسم کی دعائیں ہیں جو خدائے تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے اور حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ تو نماز ہم اپنے لئے پڑھتے ہیں۔ اور اس کا فائدہ ہمیں پوری توجہ اور سمجھ کر ادا کرنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے اور یہ خدائے تعالیٰ کا خاص فضل ہم مسلمانوں پر ہے کہ اس نے ہمیں اس دنیا کی تکالیف اور پریشانیاں دور کرنے کے لئے اس نے اپنا دربار پانچ وقت لگایا۔ تا ہم اپنی درخواستیں اس کے حضور رکھیں اور اپنی مصائب سے نجات پانے کے لئے دعائیں کریں۔ پس نماز ایک بڑی اعلیٰ درجہ کی نعمت ہے جس سے انسان ہر قسم کی ترقی حاصل کر سکتا ہے اور اس کے بغیر دلی اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دل اطمینان حاصل کرتے ہیں۔

۳۔ تیسرا رکن اسلام کا ادائیگی زکوٰۃ ہے۔ قرآن کریم میں نماز کی ادائیگی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا ذکر ۳۲ مرتبہ اکٹھا آیا ہے۔ گویا کہ اگر تم نماز قائم کرو تو اس ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے مگر تم اگر ایک پیارے کی خوشنودی چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ انسان اس پیارے کے ساتھ تعلق رکھنے والی چیز سے بھی پیار کرے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن مجنوں ایک کتے کے پاؤں چاٹ رہا تھا کسی نے اس سے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو۔ تو مجنوں نے جواب دیا کہ یہ کتا ایک عام کتا نہیں، جس سے انسان نفرت اور گھن محسوس کرے یہ کتا تو میری لیلیٰ کے کوچہ سے آرہا ہے۔ اس کے پیروں کو میری لیلیٰ کے کوچہ کی خاک لگی ہوئی ہے۔ تو یہ ایک مثال ہے جب انسان یہ چاہتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی محبت حاصل ہو اور اس سے پیار کرے تو ضروری ہے کہ انسان خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوق سے محبت کرے اور اس کے لئے اس کے دل میں محبت کے جذبات پیدا ہوں۔ اور اس کی تکلیف کو

ہر ممکن طور پر دور کرنے کی کوشش کرے یعنی اس کی بھوک ننگ اور اس کی مصیبت کو دور کرے۔ اس کو راحت و آرام پہنچانے کی کوشش کرے۔ اسی لئے خدا نے ادائیگی زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ زکوٰۃ کے معنے پاک کرنا اور بڑھانا ہوتا ہے۔

تو زکوٰۃ اپنے مالوں میں سے اس لئے بھی دینی چاہیئے تا اللہ تعالےٰ خوش ہو کر ہمارے مالوں میں برکت ڈالے اور ان کو بڑھا دے۔

چنانچہ کلام پاک نے اللہ کے راستہ میں زکوٰۃ ادا کرنے اور اس کو خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کی مثال اس دانے سے دی ہے جو زرخیز زمین میں ایک دانہ بویا جاوے تو اس ایک دانہ سے سات سٹے نکلیں۔ ہر سٹے میں سو سو دانے ہوں۔ فرمایا اللہ اس سے بھی بڑھا دیتا ہے جس کے لئے چاہے۔ غرض نماز حقوق اللہ میں اور زکوٰۃ حقوق العباد میں سے ہے

ایک حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ۔ مخلوق خدا کے عیال ہیں۔ تو ان پر خرچ کرنے سے خدا تعالےٰ خوش ہو کر خرچ کرنے والے کے مال میں برکت ڈال دیتا ہے اس لئے زکوٰۃ کی ادائیگی میں بھی کوتاہی اور بخل سے کام نہیں لینا چاہیئے۔

۴- روزہ اسلام کا چوتھا رکن ہے۔ روزہ ہر بالغ یعنی قریباً ۱۸ سال کی عمر کے مرد و عورت دونوں پر فرض ہے۔ سوائے بیمار آدمی کے یا مسافر کے کہ وہ دونوں جتنے دن بیمار یا مسافر رہے ہوں اتنے دن دوسرے دنوں میں رمضان شریف کے بعد روزے پورے کریں۔

عورت کے حیض یا ماہواری خون اور زچگی یعنی بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون کم از کم دس دن اور زیادہ سے زیادہ ۳۹ دن لیتا ہے۔ بھی بیماری کے ایام میں شمار ہونگے اور ان دنوں کی گنتی بھی دوسرے دنوں میں پوری کرنی ہوگی عورت اگر بچے کو دودھ پلاتی ہے تو اس کے لئے روزہ رکھنا جائز نہیں۔ اس کو بھی ان ایام کے بعد جبکہ بچہ دودھ نہ پیتا ہو روزے کی گنتی پوری کرے۔ امیدواری والی عورت کو بھی روزے چھوڑنے کی اجازت ہے مگر بعد میں جبکہ وضع حمل ہو جائے اور بچہ دودھ پینا چھوڑ دے تو جتنے روزے چھٹے ہیں پورے کرے اگر کوئی عورت کبھی امید سے ہے اور کبھی دودھ پلاتی ہے اور کبھی نفاس کی حالت میں ہے اگر وہ یہ سمجھتی ہے کہ اسے روزہ رکھنے کی فرصت نہیں ملے گی تو وہ روزوں کا فدیہ دے سکتی ہے۔ مگر شرط یہی ہے کہ فدیہ دے کر بھی وہ روزہ رکھنے کی فرصت پائے تو اس کو پھر بھی روزے رکھنے چاہئیں۔

دائم المریض یا بہت بوڑھا آدمی جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں پاتا۔ اس کو بھی فدیہ

ادا کرنے کی اجازت ہے اور وہ بھی روزہ چھوڑ سکتا ہے۔

ان سب حالتوں کے علاوہ صحت اور تندرستی اور گھر پر موجود رہنے کی حالت میں روزہ رکھنا فرض ہے اور جان بوجھکر روزہ چھوڑنے والا یا جان بوجھکر روزہ توڑنے والا سخت گناہ گار ہے۔ روزہ توڑنے والا اس گناہ سے تبھی بری ہو سکتا ہے جبکہ وہ یا تو ایک غلام آزاد کرے یا دو مہینے کے لئے روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

غرض روزہ بھی ایک فرض ہے جو اللہ تعالےٰ نے ہر مومن مسلمان پر فرض کیا ہے اس سے انسان کو بھوک برداشت کرنے اور تکلیف اور مشقت اٹھانے کی مشق ہوتی ہے اور غریبوں کی تکلیف کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے انسان کو روزہ کی حالت میں تہجد اور تراویح پڑھنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ اور دعا اور استغفار کا موقعہ مل جاتا ہے اور روزے دار کی دعا قبولیت کا خاص مقام رکھتی ہے۔

پھر قرآن کریم کی تلاوت پر زور دینے کا بھی حکم ہے یعنی روزہ دار قرآن کریم کی تلاوت اور نوافل پڑھنے اور خدائے تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ اور انسان غریبوں اور مسکینوں کے کام کر کے ان کی دعائیں بھی حاصل کر سکتا ہے۔

غرض روزہ ایک بہت بڑی عبادت ہے جس سے انسان کی غلطیاں اور گناہ اور کوتاہیاں دور ہوتی ہیں اور خدائے تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور انسان خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ روزے کا ایک ظاہری فائدہ بھی ہے بہت سے زہریلے مادے جو انسان کے جسم میں جمع ہو جاتے ہیں ان سے نجات دلانے کا ذریعہ بھی روزہ ہے۔ جس سے وہ مادے خود بخود انسان کے جسم سے خارج ہو جاتے ہیں۔ غرض روزہ انسان کی جسمانی اور روحانی ترقیات کا ذریعہ ہے اس کے

رکھنے میں کبھی تساہل نہیں کرنا چاہیئے۔

۵۔ حج اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ یعنی انسان تندرست ہونے کی حالت میں جبکہ امن بھی ہو۔ اور انسان کے پاس مال اتنا ہو کہ حج کے سفر کے اخراجات بھی برداشت کر سکے۔ اور پیچھے رہنے والے متعلقین کا گذارہ بھی چلتا رہے۔ تو انسان اپنے دنیوی کام کاج چھوڑ کر اور اپنے گھر سے اس نیت سے سفر کرے کہ بیت اللہ شریف کی زیارت اور حج کی عبادت بجا لائے۔

ہر بالغ عاقل انسان پر جو مندرجہ بالا امور کی طاقت رکھتا ہو اس پر حج عمر میں ایک مرتبہ کرنا فرض ہے۔ اس سے انسان کے دل میں اسلام کی محبت اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور خدائے تعالےٰ سے عشق پیدا ہوتا ہے اس سے انسان کا ایمان تازہ ہوتا ہے اور دعاؤں کا بھی خاص موقعہ ملتا ہے جن کی قبولیت کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے۔

غرض یہ پانچ ارکان ہیں جو اسلام کی بنیاد ہیں۔ ان پر عمل کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ (نامکمل)

مطالعۂ مذاہب (۲)
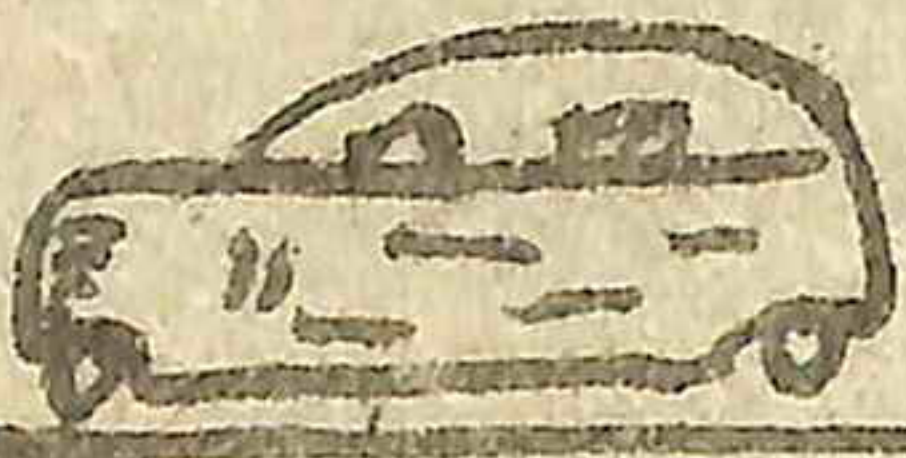
امریکہ میں بلیک مسلم تحریک کا ماضی و حال

(جناب مولوی محمد صدیق شاہد سابق مبلغ امریکہ)

عالیجاہ محمد Elijah Mohammad

عالیجاہ محمد جس کا پیدائش کے وقت نام عالیجاہ پول (Elijah poole) تھا جارجیا (Georgia) کی ریاست کے ایک گاؤں سانڈرویل (Sanderville) میں ۷ا اکتوبر ۱۸۹۷ء کو پیدا ہوا۔ اس کا باپ جارجیا ریاست میں ایک بیپٹسٹ چرچ (Baptist church) میں پادری تھا اس کے والدین ایک سفید آدمی کے غلام تھے۔ عالیجاہ محمد کی تعلیم صرف چار گریڈ تک تھی۔ ۱۶ سال کی عمر میں اس نے گھر چھوڑ دیا پھر دس سال بعد یہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ ڈیٹرائیٹ آ گیا۔ اس نے ڈیٹرائیٹ میں نہایت ہی مشکلات اور مصائب کا زمانہ دیکھا کسی کام میں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ آخر سنہ ۱۹۳۰ء میں اس کا رابطہ فارڈ محمد سے ہو گیا اور یہ اس کے شاگردوں میں داخل ہو گیا۔ اور اس سے اسلام کے بارہ میں تعلیم حاصل کرنے لگا۔ اور اس کے نظریات کی اشاعت کرنے لگا۔ اور اس کا حقیقی دست راست بن گیا۔[۱]

سنہ ۱۹۳۲ء میں عالیجاہ محمد نے ایک دوسرا گرجا (Temple) شکاگو میں قائم کر لیا۔ اور فارڈ محمد کی طرف سے اس کا انتظام چلانے لگا۔

سنہ ۱۹۳۲ء میں فارڈ محمد کو اس کی مشکوک کارروائیوں اور خطرناک جرائم کی بناء پر گرفتار کر لیا گیا اور جیل میں بھیجدیا گیا۔ پھر اسے ڈیٹرائیٹ سے باہر جانے کا حکم صادر ہوا تو اس نے ۲۴ر مئی سنہ ۱۹۳۳ء کو شکاگو جا کر عالیجاہ محمد کے پاس پناہ لی۔[۱]

اب فارڈ محمد کو عالیجاہ محمد پر پورا پورا اعتماد ہو گیا تھا۔ لہذا اس نے اسے چیف منسٹر مقرر کر دیا اور ڈیٹرائیٹ کے گرجا کا انتظام بھی اس کے سپرد کر دیا۔ بعض ممبران کی طرف سے اس پر اعتراض بھی ہوا لیکن فارڈ محمد کو اس پر پورا پورا اعتماد تھا لہذا عالیجاہ محمد جس کا نام فارڈ محمد نے پہلے عالیجاہ کریم رکھا اور پھر عالیجاہ محمد فارڈ محمد کی زندگی میں ہی کافی حد تک انتظامی امور میں اس تحریک میں اثر و رسوخ پیدا کر چکا تھا اور اسے ہی فارڈ محمد کا

---

[۱] دی بلیک مسلمز ان امریکہ صفحہ ۹۸

[۱] Message of the Black man of America P.24-25. By E Mohamad.

جانشین سمجھا جانے لگا تھا۔[۱]

جون ۱۹۳۴ء میں فارڈ محمد اچانک غائب ہو گیا اور ابھی تک یہ معمہ حل نہیں ہو سکا۔ کہ وہ کہاں گیا بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک جہاز پر سوار لندن کو جاتے دیکھا گیا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ وہ پولیس کے ہاتھوں مارا گیا یا کسی مخالف کے ہاتھوں قتل کیا گیا۔ کیونکہ وہ عیسائیت کے خلاف سخت بیانات دیتا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص معین رنگ میں نہیں بتا سکتا کہ وہ کہاں گیا۔

فارڈ محمد کے غائب ہونے پر عالیجاہ محمد نے فوراً ڈیٹرائیٹ پہنچ کر اس تحریک کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور فارڈ محمد کا جانشین بن گیا۔ گو بعض حلقوں کی طرف سے اس کو کامیابی حاصل ہوئی لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے لیکن اس کا آخر یہ نتیجہ ہوا کہ عالیجاہ محمد کو ان حالات نے مجبور کر دیا کہ وہ ڈیٹرائیٹ چھوڑ کر اپنے قائم کردہ Tample شکاگو میں چلا جائے۔[۲] جس کا نام اب اس نے Mohammad Tample of Islam رکھ لیا اور اسے ہی اس تحریک کا مرکز قرار دے لیا۔

عالیجاہ محمد نے اس تحریک کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں سنبھالنے کے بعد بعض ایسے نظریات کو پیش کرنا شروع کر دیا جو اصل اسلامی تعلیم کے منافی اور مغائر تھے۔ اس نے فارڈ محمد کو جو اب تک محض ایک پیغمبر (Prophet) کہکر پکارا جاتا تھا اس کو اللہ کے نام سے موسوم کرنا شروع کر دیا اور یہ نظریہ پیش کیا کہ اللہ فارڈ محمد کی ذات میں تجسم اختیار کر کے زمین پر آیا تھا تا کہ بلیک مین کو سفید نسل کے لوگوں کی غلامی سے نجات دلائے گویا وہ سیاہ فام کے لئے ایک نجات دہندہ بن کر آیا اور اس نسبت سے اس کی پیدائش کا دن یعنی ۲۶ فروری ہر سال بلیک مسلم کی طرف سے منایا جانے لگا۔[۱]

نیز اسے مسیح اور مہدی بھی قرار دیا گیا۔[۲]

اللہ کے بارے میں اس نے عجیب و غریب یہ نظریہ بھی پیش کیا کہ وہ ایک مادی وجود ہے اور اگر خدا اپنا کوئی جسمانی وجود نہیں رکھتا تھا تو اس نے اس مادی دنیا کو کس طرح پیدا کر لیا۔ اس نے ہر بلیک مین کو اللہ قرار دیا اور کہا کہ ان میں سے ایک supreem یعنی بالا مقام پر فائز ہے جو فارڈ محمد تھا۔[۳]

اب جب اس نے فارڈ محمد کو اللہ قرار دے دیا۔

---

[۱] دی بلیک مسلمز ان امریکہ صفحہ ۱۹۹

[۱] دی فال آف امریکہ صفحہ ۶۲-۶۵ از عالیجاہ محمد

[۲] Massage to the Black man of America - 10-11.

[۳] Our Savior has come by E. M. P. 26.

تو اپنے آپ کو اللہ کا پیغمبر (Messanger of Allah) کہنا شروع کر دیا۔ اس طرح اسے Messanger of Allah to the lost found Nation of Islam in the wilderness of north America کہا جاتا۔ اس کے متبعین اسے The Honorable Elijah Mohammad کہہ کر پکارتے تھے۔ اب جب اس نے اپنے لئے Messanger یا Prophet کا لفظ اختیار کیا تو اپنے اصلی عہدہ جو فارڈ محمد کے زمانے میں رکھتا تھا یعنی چیف منسٹر کا وہ اس نے ایک شخص Theodore Razier کو دے دیا جو ہیٹین (Haitian) تھا۔ یہ شخص فارڈ محمد کو جانتا بھی نہیں تھا جس پر بعض لوگوں نے اعتراض بھی کیا کہ جس شخص نے نجات دہندہ کو دیکھا بھی نہیں اس کو کس طرح اتنا بڑا عہدہ دے دیا گیا مگر عالیجاہ محمد نے کہا کہ اصل تو میں ہی ہوں اور اب میرے ذریعہ سے ہی اللہ یعنی فارڈ محمد تک رسائی ہو سکتی ہے۔ لہذا ایسے شخص کے اس عہدہ پر تقرر پر اعتراض مناسب نہیں ہے۔[۵]

پھر سفید نسل کے خلاف نفرت اور حقارت

---

[۴] دی بلیک مسلمز ان امریکہ صفحہ ۲۰

[۵] دی بلیک مسلمز ان امریکہ صفحہ ۲۰

کے جذبات جو فارڈ محمد نے بلیک مین میں پیدا کئے تھے ان کو عالیجاہ محمد نے خوب ہوا دی اور سفید آدمی کو برملا شیطان اور شیطان کا نمائندہ کہا جانے لگا کسی سفید آدمی کو ان کی میٹنگز میں اور Temple میں آنے کی اجازت نہیں تھی اگر کوئی آنے کی کوشش کرتا تو اسے یہ کہکر واپس کر دیا جاتا کہ یہ میٹنگ ان لوگوں کی ہے جو سفید آدمی کے ظلم و ستم کے ستائے ہوئے ہیں۔ یعنی بلیک مین لہذا اسے اندر آنے کی اجازت نہیں۔ جب کوئی نیا آدمی کسی Temple میں آنا چاہتا تو اسے ایک معمولی تقریب جسے وہ ceremony کہتے اس میں سے گذرنا پڑتا۔ یہ اصل میں مخفی ہتھیاروں کی تلاشی ہوتی جو F.O.I کے نوجوان لیتے۔ اگر کوئی چھوٹے سے چھوٹا اوزار بھی نکل آتا تو اسے Temple سے باہر رکھ لیا جاتا۔ اس کی جیبیں تک الٹ دی جاتیں۔ حتیٰ کہ بٹوے اور جرابوں تک کی تلاشی لی جاتی۔ پھر کوئی اندر داخل ہو سکتا۔

بہرحال عالیجاہ محمد نے اس تحریک کو بہت ترقی دی اور ڈیٹرائٹ سے نکل کر امریکہ کے ہر بڑے شہر میں پھیل گئی Temple بنائے اور ایسے لوگوں سے رابطہ پیدا کیا جو غریب تھے نادار تھے اور جرائم پیشہ شرابی اور قیدی وغیرہ تھے اور شہروں کے خستہ حالت علاقوں میں رہائش پذیر تھے۔ عالیجاہ محمد نے ان کو منظم کرنا شروع کر دیا ان کی اقتصادی حالت کو سدھارنے کے لئے سٹورز کھولے گئے جن میں ان کو ملازمت دی جاتی سکولز کھولے گئے جن میں ان کے بچوں کو تعلیم دی جاتی ان کے اندر عزت نفس پیدا کرنے کی کوشش کی اور انہیں روشن مستقبل کی امیدیں دلائیں۔

وہ بلیک مین کو کہتا کہ یورپین لوگوں کے مذہب اور کلچر کو اتار پھینکو اور سیاہ فام قوم کی افضلیت اور برتری پر یقین کرو۔ انہیں جیسا کہ بتا چکا ہوں ایک سیاہ فام خدا کا تصور دیا اور کہا کہ ایک دن ہم ہی امریکہ کے حاکم ہوں گے۔ سیاہ فام کو یہ تبلیغ کی جانے لگی کہ ان کی تمام مشکلات اور تکالیف اور ناانصافیوں کی ذمہ دار سفید نسل کے لوگ ہیں۔ لہذا وہ شیطان (devils) ہیں اور انہوں نے یہ ظلم و ستم عیسائیت سے سیکھا ہے گویا بلیک مسلم تحریک عیسائی سوسائٹی کے خلاف ایک چیلنج تھی جس میں بلیک مین اپنے آپ کو الگ تھلگ تصور کرتا تھا اسی بنا پر انہوں نے الگ چند ریاستوں کا بھی مطالبہ شروع کر دیا جہاں وہ الگ رہ کر بلیک مین کی فلاح و بہبود اور ان کی ترقی کے لئے مناسب ذرائع استعمال میں لا سکیں۔[1]

عالیجاہ محمد نے پبلک تک اپنا پیغام پہنچانے کے لئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کیا خصوصاً اخبارات کو۔ پہلے اس نے پٹس برگ کے اخبار Courier

---

[1] دی فال آف امریکہ از عالیجاہ محمد

میں کالم لکھنا شروع کیا۔ پھر لاس اینجلیز Herald (Las Angeles) کے اخبار Dispatch میں اپنے خیالات کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا رہا۔ آخر اس نے بھی ۱۹۴۵ء میں اپنا اخبار محمد سپیکس (Mohammad Speaks) شکاگو سے جاری کیا اس میں عالیجاہ محمد کی تقاریر کے علاوہ عام دلچسپی کی خبریں بھی شائع ہونے لگیں عورتوں کے لئے بھی کچھ صفحات مخصوص کئے گئے اس کے آخری صفحہ پر دس قسم کے مطالبات کی ایک فہرست بھی شائع ہونے لگی جس میں آزادی انصاف۔ مساوات اور سیاہ فام کے لئے الگ ریاستوں کا مطالبہ اور ٹیکس سے اس تحریک کو مستثنیٰ قرار دیئے جانے وغیرہ امور شامل ہوتے۔

اس اخبار کی فروخت کے بارہ میں یہ طریق اختیار کیا گیا۔ کہ ہر شہر میں اس کی مخصوص تعداد ممبران کے سپرد کر دی جاتی جو انہوں نے اس شہر میں فروخت کرنی ہوتی۔ شہر کے ہر بڑے چوک میں سڑکوں کے موڑ پر۔ بسوں کے اڈوں پر اور پبلک جگہوں پر نوجوان نہایت عمدہ صاف ستھرے سیاہ سوٹوں میں ملبوس، ڈاڑھی وغیرہ صاف، مگر یہ اخبار فروخت کرتے نظر آتے۔ اور ہر گزرنے والے شخص کے سامنے اس طرح وہ اخبار پیش کرتے۔ کہ گویا وہ مفت تقسیم ہو رہی ہے جونہی کسی نے اس کی طرف توجہ کی تو اس کے پیچھے پڑ گئے اور اس سے رقم کا

مطالبہ شروع ہو گیا۔ اگر اس نے پیسے دینے سے لیت و لعل کیا تو اخبار واپس لے لیا۔

ان کا یہ طریق گو لوگوں کو ناپسند گزرتا ہے اور نامناسب حد تک قابلِ اعتراض سمجھا جاتا ہے۔ مگر وہ اپنے اس طریق پر استقلال سے قائم رہے۔

اسی طرح ان کا طریق تبلیغ بھی عجیب ہے۔ جسے وہ Fishing for the dead یعنی مردوں کا شکار کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس تحریک کے نوجوان خوبصورت لباس میں ملبوس شراب خانوں۔ قہوہ خانوں اور سڑکوں کے چوراہوں، پارکس یا عیسائی چرچوں کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ اور سیاہ فام کو دعوت دیتے ہیں اور انہیں ترغیب دلاتے ہیں کہ نزدیک کے ان کے کسی Temple میں جا کر اپنے بارہ میں حقیقت حال سے آگاہی حاصل کریں۔ اور اپنے مستقبل کے بارہ میں معلومات حاصل کریں[۱]

جب کوئی قیدی قید سے رہا ہوتا ہے تو اس کو چرچ میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور اسے قبول نہیں کیا جاتا۔ مگر بلیک مسلم تحریک میں اسے اپنا ایک بھائی سمجھ کر خوش آمدید کہا جاتا ہے اس کے لئے کام مہیا کیا جاتا ہے۔

بہر حال اس طریق سے عالیجاہ محمد نے بلیک مین

---

[۱] دی بلیک مسلمز ان امریکہ صفحہ ۱۱۹

کو ہر طرح سے منظم کرنے اور ان کے اندر عزت نفس پیدا کرنے کی کوشش کی جس کے خاطر خواہ نتائج نکلے عالیجاہ محمد کے بعض عقائد اور نظریات چونکہ اسلام کے بنیادی عقائد اور تعلیمات کے خلاف تھے جیسا کہ نسلی منافرت ۔ خدا تعالیٰ کے ایک انسان کی شکل میں تجسیم کرنا اور مطلق نبوت کا تصور وغیرہ اس لئے مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کی طرف سے بلیک مسلم تحریک کو اسلام کے منافی تحریک شمار کیا گیا اور ان کی مخالفت کی گئی ۔ لیکن باوجود اس کے جب عالیجاہ محمد نے ۱۹۵۹ء کے اخیر میں اپنے دو لڑکوں کے ساتھ مختلف اسلامی ملکوں کا دورہ کیا تو اسے ایک مسلمان لیڈر کی حیثیت سے خوش آمدید کیا گیا اور سعودی عربیہ حکومت نے انہیں حج کرنے کی بھی اجازت دی ۔

عالیجاہ محمد نے واپس پر امریکہ میں بیان کیا کہ جب میں ۲۳ دسمبر ۱۹۵۹ء کو جدہ عربیہ میں وارد ہوا ۔ تو میرے لئے یہ ضروری امر قرار دیا گیا کہ میں مکہ جاؤں ۔ چنانچہ اگلے روز افسران نے ایک کار میرے لئے اور میرے لڑکوں کے لئے تیار کی جو ہمیں جدہ سے چالیس میل کے فاصلہ پر ایک پرانے شہر جو اسلامی دنیا کے لئے شان و شوکت کا موجب ہے لیکر جائے۔[۵] (باقی)

---

۵ Los Angeles Herald dispatch January 30, 1960.

بقیہ صہ خالد و تشحیذ کی قیمت

اضافہ کو محسوس نہیں کریں گے اور حسب سابق ادارہ سے تعاون فرماتے رہیں گے۔

اب ہر دو رسائل کی سالانہ قیمت درج ذیل ہوگی۔

قیمت سالانہ ماہنامہ خالد ربوہ — ۱۵/ روپے
" " تشحیذ الاذہان ربوہ — ۱۲/ "

— فی پرچہ —

قیمت فی پرچہ تشحیذ الاذہان ربوہ — ۱/۲۵ "
" " " خالد " ۱/۵۰ "

(مبارک احمد خالد مینیجر ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان - ربوہ)

Monthly KHALID Rabwah
Regd. No. L5830 Editor : HAFIZ MUZAFFAR AHMAD November December 1978

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا